اہلِ حق اہلسنت کا ترجمان

سہ ماہی مجلہ

دعوت اہلسنت



تفسیرِ قرآن | بھگوان دیوتا اور اہلِ حدیث

تحریفِ قرآن | علمیت امامِ اعظم ومسئلہ تقلید

شرح حدیث جبرئیل | کرشن کی جنم اشٹمی

تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی کیفیت

غیر مقلدین (اہلِ حدیث فرقہ) کے کچھ مسائل

پاسبان اہلِسنت وجماعت (پاکستان)

یا اللہ عزوجل

یا رسول اللہ ﷺ

اہلِ حق اہلسنت کا ترجمان

سہ ماہی مجلّہ

دعوتِ اہلسنت

شمارہ نمبر 01

اکتوبر، نومبر، دسمبر 2012ء

بفیضانِ نظر

فرید الدہر، وحید العصر، حجتہ الخلف، تاج المحققین، سراج المدققین، شیخ الاسلام و المسلمین، خاتمۃ الفقہا والمحدثین، سلطان العلماء المتبحرین، برہان الفضلاء المصدرین، بحر العلوم، کاشف السر المکتوم، زین العرب والعجم، مفیض الکمالات الربانیہ علی العالم اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، مجدد دین وملت مفتی امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

منتظم اعلیٰ: مناظر اہلسنت علامہ مولانا محمد علی حنفی حفظہ اللہ

مدیر: مناظر اسلام استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر مفتی عبد المجید سعیدی حفظہ اللہ

نائب مدیر: محقق اہلسنت قاطع وہابیت علامہ قاری ارشد مسعود چشتی حفظہ اللہ

دعوتِ اہلسنت کی معلومات کے لئے رابطہ نمبر: 0321-2311741

قیمت فی شمارہ 30 روپے

پاسبان اہل سنت وجماعت (پاکستان)

فہرست مضامین

تفسیر قرآن

حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ اللہ الرحمٰن

یاایھا الذین امنوا لا تقولوا راعنا و قولوا انظرنا واسمعوا وللکفرین عذاب الیم۔

ترجمہ: اے ایمان والو راعنا نہ کہو اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں اور پہلے ہی سے بغور سنو اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔

تعلقات: اس آیت کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔

پہلا تعلق: اب تک یہود کی ان بدکاریوں کا ذکر تھا جو حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے کر چکے تھے۔ اب ان کے وہ عیوب بیان ہو رہے ہیں جو حضور علیہ السلام کے زمانے میں ان میں پیدا ہوئے یعنی صاحب قرآن میں عیب جوئی کرنا اور ان کے دین میں طعنے دینا۔ اس سلسلے میں پہلا عیب اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔

دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں یہود کے جادو سیکھنے کا ذکر تھا اور جادوگر کچھ الفاظ ہی کے ذریعہ لوگوں کو ایذاء پہنچاتا ہے اب اس آیت میں ان لوگوں کی وہ تکلیف دینے والی باتیں بیان ہو رہی ہیں۔ جو جادو کی طرح حضور علیہ السلام کو ایذا پہنچاتی تھی۔

تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں یہود کا جادوگر ہونا بتایا گیا اور جادوگر اپنے کو کراماتی ولی ظاہر کرتا ہے

اور اپنے جادو کو کرامت بتاتا ہے مگر درحقیقت وہ موذی ہیں اور ان کا یہ لفظ، لفظ محبت نہیں بلکہ کلمہ ایذاء ہے۔ ان کے اس لفظ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

چوتھا تعلق: پچھلی آیت میں جادو کا ذکر ہوا اور جادو کا موجد اور سکھانے والا تو اس کی حقیقت سے واقف ہے مگر سیکھنے والا شاگرد اس سے بے خبر رہ کر اندھا دھند منتر پڑھتا ہے اس آیت میں لفظ راعنا سے بے ادبی کرنے والے اس لفظ کی حقیقت سے واقف تھے۔ مسلمان بے خبری میں یہی لفظ بولتے تھے۔ انھیں اس سے روک دیا گیا، جیسے جادو کا موجد اور اس کا عامل دونوں گنہگار ہیں۔ ایسے ہی راعنا سے بے ادبی کرنے والے اور بے خبری میں اس کو استعمال کرنے والے دونوں مجرم ہوں گے۔

پانچواں تعلق: اس سے پہلے ایمان اور تقویٰ کا ذکر ہوا اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان شبہ کی چیز سے بھی بچے اب فرمایا جارہا ہے کہ اے مسلمانوں متقی بنو کیونکہ لفظ راعنا میں فاسد معنی کا شبہ ہے اور اس سے بھی بچ جاؤ۔

شان نزول: حضور علیہ السلام جب صحابہ کرام کو کچھ تعلیم فرماتے تو حضرت کے درمیان کلام میں عرض کردیتے تھے کہ راعنا یارسول اللہ یعنی یا حبیب اللہ ہماری رعایت فرمائیے۔ یعنی یہ بات ہماری سمجھ میں نہ آئی دوبارہ ارشاد فرمادیجئے۔ مگر اس لفظ راعنا کے ایک برے معنی بھی ہیں۔ جیسا کہ ہم اس تفسیر میں عرض کریں گے۔ یہود نے اس برے معنی کی نیت سے یہ لفظ عرض کرنا شروع کردیا اور دل میں خوش ہوئے کہ ہمیں بارگاہ عالی میں نہایت چالاکی سے گستاخی کرنے کا موقع مل گیا ایک دن حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے ان کی زبان سے یہ لفظ سن کر فرمایا کہ اے دشمنان خدا تم پر اللہ کی لعنت ہو۔ اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ لفظ سنا تو اس کی گردن ماروں گا۔ یہود نے کہا کہ ہم پر تو آپ ناراض ہوتے ہیں مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں اس

پر آپ غمگین ہو کر حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں راعنا کہنے کی ممانعت فرمادی گئی اور اس معنی کا دوسرا لفظ انظرنا کہنے کا حکم دیا گیا۔ (خزائن العرفان وعزیزی وکبیر)

تفسیر: یایھا الذین امنوا یہ خطاب قرآن کریم میں اٹھاسی جگہ ہے ان میں سے یہ پہلا موقع ہے پچھلی کتابوں میں صرف پیغمبروں سے خطاب ہوتا تھا امت مصطفیٰ علیہ السلام کی یہ عزت ہے کہ رب تعالیٰ نے براہ راست ان سے کلام فرمایا دنیا میں تو مسلمانوں کو الذین امنوا کا خطاب دیا۔ یعنی اے ایمان والو ان شاء اللہ آخرت میں یہی خطاب ہوگا۔ مگر وہاں اس کے معنی ہوں گے اے امن میں رہنے والو کیونکہ ابتداء انتہا کو بتاتی ہے اور خطاب سے ثواب یا عتاب کا پتہ لگ جاتا ہے کسی کو پکارا او گدھے معلوم ہوا عتاب ہوگا۔ کسی کو پکارا او میرے بچے معلوم ہوا کہ کرم ہوگا۔ بعض روایات میں ہے کہ توریت و انجیل میں خطاب یا یھا المساکین تھا کہ جس کا انجام یہ ہوا کہ ضربت علیھم الذلة والمسکنة (البقرہ:٦١) کہ ان پر ذلت وخواری ڈال دی گئی ہمیں خطاب ہوا۔ یایھا الذین امنوا جس کا انجام ہوا کہ وبشر المؤمنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا۔ (الاحزاب:٤٧) خیال رہے کہ الذین امنوا کے خطاب میں حضور داخل نہیں ہوتے کیونکہ یہ ایمان والوں سے خطاب ہے اور حضور عین ایمان ہیں حضور کا خطاب ہے۔ یا یھا النبی. یا یھا الرسول. یا یھا المزمل ۔ وغیرہ نیز کبھی اس خطاب کے بعد ایسے احکام بیان ہوتے ہیں جو حضور انور پر شامل نہیں ہو سکتے۔ جیسے یہاں راعنا کہنے سے باز رہنے کا حکم یا رب کا فرمان کہ اے مومنو نبی کی آواز پر آواز اونچی نہ کرو، اے مومنو اللہ کے رسول سے آگے نہ بڑھو وغیرہ ہے نماز روزے کے ان خطابوں میں بھی حضور داخل نہیں کہ حضور تو ظہور نبوت سے پہلے ہی ان احکام پر عامل تھے۔ اگرچہ اس خطاب میں صحابہ، اولیاء، علماء اور ہم جیسے گنہگار سب ہی

داخل ہیں مگر ان کے لئے یہ خطاب اظہار کرم کے لئے ہے اور ہم جیسوں کو یہ خطاب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے۔ چیز ایک ہے مگر تعلقات علیحدہ لاتقولوا راعنا ہمارے نبی سے آئندہ راعنا نہ کہنا یہ لفظ مراعات کا امر ہے جس کے معنی ہیں رعایت کرنا صحابہ کرام عرض کرتے ہیں راع رعایت فرمائیے ناہماری۔ مگر یہودی زبان میں یہ گالی تھی۔ یا وہ کسی قدر کھینچ کر بولتے تھے جو کہ راعینا بن جاتا تھا۔ یعنی ہمارا چرواہا (راعی چرواہے کو کہتے ہیں) یا وہ رعونت سے بناتے تھے جس کے معنی ہیں حماقت تو راعنا کے معنے ہوئے احمق اور دل میں خوش ہوتے تھے۔ نیز ویسے بھی اس لفظ میں بے ادبی کا احتمال ہے کیونکہ یہ باب مفاعلہ سے ہے جسکے معنی ہوئے آپ ہماری رعایت کریں ہم آپ کی۔ اس میں نبی علیہ السلام کے ساتھ برابری کا شائبہ پایا جاتا تھا۔ یہ خودسری کا حکم معلوم ہوتا تھا کہ یا حبیب اللہ میرے کلام کی رعایت کیجئے اس سے بے پرواہی نہ کیجئے کسی اور کے ساتھ مشغول نہ ہو جائیے ان وجہوں کی بناء پر مسلمانوں کو اس سے روک دیا گیا کہ تم اگرچہ سادگی سے کہتے ہو مگر اس لفظ کے دوسرے خلاف معنی بھی ہیں یا اوروں کو اس سے بے ادبی کرنے کا موقع مل جاتا ہے لہذا تم اچھی نیت سے بھی نہ بولو بلکہ وقولو انظرنا اگر یہ کہنا ہے تو یہ لفظ بولا کرو۔ یا تو انظر انتظر کے معنے میں ہے یعنی ہمیں مہلت دیجئے (نظر بمعنے مہلت) اور یا یہاں الیٰ پوشیدہ ہے۔ انظر الینا یعنی ہماری طرف نظر کرم فرمائیے (نظر بمعنے کرم) اس لفظ میں کسی فاسد معنی کا احتمال نہیں۔ بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ واسمعوا پہلے سے فرمان عالی غور سے سن لیا کرو تا کہ تمہیں یہ عرض کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے یا یہ مطلب ہے کہ یہ حکم بگوش ہوش سن لو خبردار اب کبھی راعنا نہ کہنا یا یہ مطلب ہے کہ اطاعت کی غرض سے سنو یہود کی طرح سمعنا وعصینا نہ کہنا اس لئے کہ وللکفرین عذاب الیم ان کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے جو راعنا کہہ کر محبوب پاک کے قلب کو ایذاء پہنچاتے ہیں انہوں نے زبان سے تکلیف دی ہم انہیں

تکلیف دہ عذاب میں مبتلا کریں گے۔

خلاصہ تفسیر: اے ایمان والو! تم ہمارے نبی علیہ السلام سے نیک نیتی اور صفائی دل کے ساتھ لفظ راعنا بول دیتے ہو جس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ حضور ہم نے یہ بات نہ سنی ہم پر نظر کرم فرمائیں اور دوبارہ فرمادیں۔ مگر تمہارے اس لفظ کے خراب معنی بھی ہیں اور اس سے دشمنوں کو بے ادبی اور گستاخی کرنے کا موقع مل جاتا ہے لہذا تم یہ لفظ اچھی نیت سے بھی بولنا چھوڑ دو تا کہ گستاخی کا دروازہ بند ہو جائے اور بجائے اس کے انظرنا کہہ دیا کرو اس سے تمہارا مقصد پورا ہو جاوے گا اور بے ادبی کا بھی شائبہ نہ رہے گا اور سب سے بہتر یہ کہ نبی علیہ السلام کا کلام شریف پہلے ہی سے بغور سن لیا کرو تا کہ اس عرض و معروض کی ضرورت ہی نہ پڑے یا ہمارا یہ حکم کان کھول کر سن لو۔ اب اسکی خلاف ورزی نہ ہو۔ اب جو کوئی راعنا کہے گا وہ کافر ہوگا کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

فائدے: اس آیت سے چند فائدے حاصل ہوئے۔

پہلا فائدہ: بارگاہ الٰہی میں حضور علیہ السلام کی بے حد عزت ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو عرض و معروض کرنے کا طریقہ بھی سکھایا اور عرضی دینے کے الفاظ بھی بتائے، قرآن کریم نے دربار مصطفائی کی حاضری کے آداب، بیٹھنے اٹھنے کے طریقے، کھانے پینے کے آداب، گفتگو کرنے کے ڈھنگ بھی سکھائے۔ اس کی تحقیق کے لئے ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ اور مملکت کبریا کا مطالعہ کرو۔

دوسرا فائدہ: تعظیم مصطفیٰ ﷺ تمام عبادات سے مقدم ہے اور سب سے بڑھ کر اہم فرض کیونکہ قرآن کریم نے نماز روزہ کے احکام میں اتنی سختی نہ فرمائی جتنی کہ یہاں فرمائی کہ حکم کے بعد اسمعوا بھی کہا۔ یعنی خوب سن لو اور خلاف ورزی کرنے والوں کو کافر فرمایا۔

تیسرا فائدہ: للکفرین سے اشارۃً معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی شان میں بے ادبی کا لفظ بولنا کفر ہے اگرچہ اس قصد سے نہ ہو لہٰذا حضور علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے والے دیوبندی کافر ہیں اگرچہ وہ یہ ہی کہیں کہ ہماری یہ نیت نہ تھی۔ گستاخی میں عرف کا لحاظ ہے نہ کہ نیت کا۔ نیک نیتی سے گالی دینے والا مجرم ہے۔

چوتھا فائدہ: برائیوں کے ذریعوں کو بند کرنا ضروری ہے لہٰذا وہ جائز کام بھی حرام ہے جس سے محرمات کا دروازہ کھلے۔ رب نے مشرکین کے بتوں کو گالیاں دینے سے منع فرمایا تھا کیونکہ اس سے مشرکین رب کو گالیاں دیتے یہود پر ہفتے کے دن شکار کرنا منع تھا حیلۃً پہلے سے تیاری کی وہ بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گئے کیونکہ یہ حرام کا ذریعہ تھا تصویر بنانا اور شوقیہ استعمال کرنا حرام کر دیا گیا کہ یہ بت پرستی کا ذریعہ ہے قبر کے سامنے نماز حرام ہے کیونکہ اس میں بت پرستی کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے کسی کے باپ کو گالی مت دو ورنہ وہ تمہارے باپ کو گالی دے گا مگر افسوس اس راز کو دیوبندی نہ سمجھے انہوں نے تقویۃ الایمان اور براہین قاطعہ جیسی گندی کتابیں شائع کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آریوں نے رنگیلا رسول جیسی ملعون کتاب چھاپی اور اپنی اس گستاخی کے لئے تقویۃ الایمان کو آڑ بنایا۔

پانچواں فائدہ: اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کی شان میں ایسے لفظ بولنا حرام ہیں جن میں بے ادبی کا ادنیٰ شائبہ بھی ہو اور جو ان کی شان کے خلاف ہوں اور اسی لیے اللہ کو میاں اور حضور علیہ السلام کو بھائی اور بشر کہنا حرام ہے کہ میاں شوہر کو اور بھائی بشر برابر والے کو بھی بولا کرتے ہیں۔

چھٹا فائدہ: حضور علیہ السلام سے رحم و کرم کی درخواست کرنا یارسول اللہ انظر حالنا کہنا بالکل جائز ہے کیونکہ یہاں نظر بمعنی دیکھنا نہیں بلکہ بمعنی مہربانی کرنا ہے۔ لا ینظر الیھم (آل عمران: ۷۷) اور سب مسلمانوں کو خواہ کہیں ہوں کسی زمانے میں ہوں انظرنا کہنے کا حکم ہے

کیونکہ قرآن کریم میں مطلقاً ایمان والوں سے خطاب ہوا ہے الفاظ کے اطلاق کا اعتبار ہوتا ہے خیال رہے کہ سارے شرعی احکام ہمارے مرتے ہی ختم ہو جاتے ہیں مگر حضور سے نظر کرم کی درخواست وہ عبادت ہے جو قبر وحشر میں رہے گی ہر جگہ حضور کے کرم کی ہمیں ضرورت ہے قیامت میں سب سے پہلے حضور کی تلاش پھر حضور کی شفاعت ہوگی۔ پھر دوسرے کام حساب وکتاب وغیرہ تو قولوا انظرنا پر ہر جگہ عمل ہوگا۔

اعتراضات:

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ تعریض کرنا حرام ہے (دو معنی والے لفظ کے بعید مراد لینا) حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو ایک بار بہن کہا تھا یعنی دینی بہن نیز فقہاء فرماتے ہیں کہ تعریض جائز ہے۔ جواب: مجبوری میں تعریض بے شک جائز ہے بلاضرورت نہ چاہئے نیز کفر کی تعریض کے احکام کچھ اور ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ضرورۃً بیوی کو بہن فرمایا اور اس میں کفر کے معنی بھی نہ تھے۔

دوسرا اعتراض: شافعی لوگ کہتے ہیں کہ منقولہ الفاظ میں تبدیلی جائز نہیں لہذا نماز میں بجائے اللہ اکبر کے الرحمن اکبر وغیرہ کہنا منع ہے جیسے کہ بجائے انظرنا کے راعنا کہنا حرام ہے۔ جواب: اس مسئلے کو اس آیت سے کوئی تعلق نہیں راعنا کے فاسد معنے ہیں اس لئے وہ حرام ہے الرحمن اکبر میں کونسی خرابی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اے وہ لوگو جو قالوا بلیٰ کہہ کر ازل میں مومن ہو چکے ہو تم دربار یار میں اغیار کے سامنے راعنا وغیرہ ایسے لفظ محبت سے بھی نہ بولو کہ جس سے اغیار کو دشمنی کا موقع ملے تمہارے اور احکام ہیں اور دوسروں کے لئے دوسرے احکام ایسا نہ ہو کہ تمہارے مقصد سے بے خبر ہو کر لوگ یہ باتیں بولیں اور کفر میں پھنسیں۔

ندیاں را اصطلاح ہند مدح سندھیاں را اصطلاح سندھ مدح

موسیا آداب داناں دیگر اند سوختہ جان و رواناں دیگر اند

ہندوستان والوں کے لئے ہندوستان کی اصطلاح تعریف ہے۔ سندھیوں کے لئے سندھ کی تعریف صلاح ہے۔

اے موسیٰ آداب جاننے والے دوسرے لوگ ہیں۔ جلی ہوئی جان و روح والے دوسرے لوگ ہیں۔ (مثنوی اواسط دفتر دوم ۴۲ عتاب کردن حق تعالیٰ با موسیٰ علیہ السلام از بہر شباں)

ضروری ہے کہ اہل شریعت صوفیائے کرام کی اصطلاح اور ان کی باتوں سے علیحدہ رہیں دانا کو چاہئے کہ سوختہ جان روانا سے دور رہے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی نہ تو ہر کوئی کہہ سکے نہ سمجھ سکے نیز دربار الٰہی مقام ناز ہے اور دربار مصطفائی مقام نیاز۔

باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

وہاں انا اللہ کہنے پر بھی کچھ نہیں بگڑتا اور یہاں راعنا کہنے پر ہی ایمان جاتا ہے۔ لہذا اس گلی میں ہوش سنبھال کر قدم رکھو۔

دوسری تفسیر صوفیانہ: مہربانی کا استحقاق رکھنے والا رعایت مانگتا ہے مگر جس کا کوئی حق نہ ہو وہ کرم کی نظر مانگتا ہے خریدار تاجر سے رعایت مانگتا ہے مگر بھکاری داتا سے نظر مہر کی درخواست کرتا ہے فرمایا جارہا ہے کہ اے مومنو تم محبوب کے آستانہ میں تاجر یا خریدار بن کر رعایت مانگنے نہ آؤ بلکہ بھکاری بن کر ان کی عنایت مانگنے آؤ نہ تو بندوں کا رب پر کوئی حق ہے نہ ہمارا حضور پر کوئی استحقاق جو دے دیں انکی عنایت ہے۔ خیال رہے کہ حضور کی عنایت کی ہر شخص کو ضرورت ہے گنہگار ہو یا پرہیزگار ابر رحمت کی بارش کی ہر زمین کو حاجت ہے۔ اعلی زمین ہو یا معمولی اس لئے ہر مسلمان کو حکم دیا گیا۔

شرح حدیث جبرئیل

فقیہ اعظم ہند شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ القوی

قسط اوّل

تکمیل: (۱) اپنی طرز کے خلاف ہم نے یہ حدیث کتاب التفسیر کی لی ہے۔ اس لئے کہ اس میں فی خمس لا یعلمھن الا اللہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ کا اضافہ تھا مسئلہ علوم خمسہ پر بحث کی تکمیل کے لئے اس آیت پر بھی بحث ضروری تھی۔ قرطبی نے کہا یہ حدیث اس لائق ہے کہ اس کو ام السنہ کہا جائے۔ اس لئے کہ یہ احادیث کے جملہ علوم متضمن ہیں اسی لئے امام بغوی نے مصابیح اور شرح السنہ دونوں کتابوں کو اسی حدیث سے شروع کیا جیسے قرآن کریم سورۃ فاتحہ سے شروع کیا گیا کہ وہ ام الکتاب ہے۔ اجمالی طور سے قرآن کریم کے جملہ علوم پر مشتمل ہے۔

امام قاضی عیاض نے فرمایا کہ یہ حدیث تمام ظاہری باطنی عبادات کے وظائف پر مشتمل ہے خواہ ایمان ہو خواہ جوارح کے اعمال ہوں خواہ دلوں کا اخلاص ہو۔ یہاں تک کہ شریعت کے کل علوم اسکی طرف راجع ہیں اور اس سے نکلتے ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر ہم اس مبارک حدیث کے جو مختلف حصے مختلف صحابہ کرام یا مختلف طرق یا مختلف کتابوں میں ہیں سب کو یکجا کر کے اپنے الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم کے علاوہ یہ حدیث بالفاظ مختلف کچھ زیادتی کمی قدرے تقدیم و تاخیر کے ساتھ خود حضرت ابو ہریرہ نیز حضرت عمر حضرت انس حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی حضرت ابن عباس حضرت

ابو عامر اشعری اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ابو داود، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، مسند امام احمد بن حنبل، بزار صحیح ابو عوانہ طبرانی وغیرہ میں مذکور ہے۔

حضور اقدس ﷺ بغیر کسی امتیاز کے صحابۂ کرام کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اگر کوئی نا آشنا اجنبی حاضر ہوتا، پہچان نہیں سکتا تھا، اسے پوچھنا پڑتا تھا رسول اللہ کون ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو ہم حضور کے بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ بنادیں جس پر تشریف رکھیں تاکہ اجنبیوں کو پوچھنا نہ پڑے۔ اجازت ملنے پر صحابہ نے ایک چبوترہ بنادیا۔ جس پر حضور تشریف رکھا کرتے تھے اور صحابہ اس کے پہلو میں بیٹھتے۔ ایک دن مجمع عام میں حضور اسی چبوترے پر اخیر عمر مبارک میں خطبہ دے رہے تھے۔ فرمایا۔ مجھ سے جو چاہو پوچھو۔ حاضرین پر ہیبت طاری ہوگئی جس کی وجہ سے کوئی کچھ دریافت نہ کرسکا کہ اچانک ایک صاحب پیدل چلتے ہوئے نمودار ہوئے۔ نہایت خوبصورت، انتہائی سفید و شفاف کپڑے پہنے ہوئے جس پر نام کو بھی میل نہ تھا۔ ان کے بدن سے بہترین خوشبو اٹھ رہی تھی۔ داڑھی اور بال بالکل سیاہ۔ نہ تو انکی ہیئت مسافروں جیسی تھی نہ ان پر سفر کا کوئی اثر تھا۔ تعجب یہ ہے کہ ہم میں سے کوئی انھیں پہچانتا بھی نہ تھا حاضرین نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھ کر کہا ہم پہچانتے نہیں یہ کون ہے؟

انہوں نے فرش کے کنارے پہنچ کر عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ حضور اقدس ﷺ نے سلام کا جواب دیا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے نزدیک آجاؤں؟ فرمایا آجاؤ۔ کئی بار آنے کا اذن طلب کیا۔ ہر بار اجازت ملی وہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آنحضور کے بالکل نزدیک آکر آنحضور کے گھٹنوں سے گھٹنے ملا کر اور اپنا ہاتھ حضور کے زانوں پر رکھ کر بیٹھ گئے۔ اور مندرجہ ذیل سولات کیئے۔

یا رسول اللہ ایمان کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ ایمان یہ کہ تم اللہ اور اس کے سب فرشتوں، اس کی تمام

کتابوں اور اس کے کل رسولوں جملہ نبیوں پر اور اس کی ملاقات پر اور موت پر اور قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنے پر ایمان لاؤ۔ حساب، میزان، جنت، دوزخ پر ایمان لاؤ اور تقدیر پر ایمان لاؤ کہ اس کا اچھا برا میٹھا کڑوا سب خدا کی طرف سے ہے۔

یہ جواب سن کر اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا حاضرین کو حیرت ہوئی سوال بھی کرتے ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں۔

پھر انھوں نے پوچھا یا رسول اللہ اسلام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تم اس کی گواہی دو سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور فرض نماز پابندی کے ساتھ ادا کرو اور فرض زکوۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو، اگر بیت اللہ جانے کی استطاعت ہو تو حج کرو، عمرہ کرو، جنابت سے غسل کرو، کامل طریقے سے وضو کرو، اس نے عرض کیا۔ آپ نے سچ فرمایا۔ پھر پوچھا یا رسول اللہ مجھے احسان کے بارے میں بتایئے؟ فرمایا احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو اس طرح اس کی خشیت رکھو گویا اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے انھوں نے عرض کیا آپ نے سچ فرمایا۔

پھر دریافت کیا قیامت کب آئے گی اس سوال پر حضور ﷺ نے گردن جھکالی اور کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ انہوں نے تین بار یہی سوال دہرایا۔ تو سر اقدس اٹھا کر فرمایا۔

قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

اس کے بعد انہوں نے قیامت کی نشانیاں پوچھی۔ یا یہ کہ آنحضور نے از خود فرمایا میں تمہیں قیامت کی کچھ نشانیاں بتاتا ہوں۔ فرمایا قیامت کی نشانیاں یہ ہیں کہ باندی اپنے آقا کو جنے گی، ننگے بدن ننگے پاؤں رہنے والے، گونگے، بہرے، حکومت کرینگے۔ بھیک منگے، بکریوں، کالے اونٹوں کے چرواہے محلوں میں فخر کریں گے۔

قیامت کب آئے گی یہ ان پانچ چیزوں میں سے ہے جن کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر آنحضور نے سورۃ لقمان کی یہ اخیر آیت تلاوت فرمائی۔

"اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے وہ بارش برساتا ہے اور ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کل کیا کمائیگا کسی کو نہیں معلوم کہاں مریگا اس میں کوئی شک نہیں اللہ جاننے والا بتانے والا ہے" (سورۃ لقمان)

اس کے بعد یہ شخص چلے گئے۔ جب چلے گئے تو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا انھیں واپس لاؤ۔ صحابہ کرام نے ہر طرف تلاش کیا مگر وہ ملے۔ اب حضور نے فرمایا تم لوگ جانتے ہو یہ کون تھے؟ یہ جبرئیل تھے۔ تم لوگوں نے اس وقت کچھ نہیں پوچھا تو یہ آئے تھے کہ تم کو دین سکھائیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جب بھی جبرئیل آئے میں نے پہچان لیا۔ مگر اب کی بار نہ پہچان سکا۔ یہ واپس ہونے کے لئے جب مڑ چکے تھے جب پہچانا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ تین دن کے بعد حضور اقدس ﷺ نے مجھ سے ملاقات کی اور دریافت فرمایا تمہیں معلوم ہے وہ سائل کون تھے۔ میں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں فرمایا وہ جبرئیل تھے۔ تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔

نکات: (۲) بخاری میں جتنا حدیث کا متن ہے۔ اس پر وارد بہت سے شبہات اس حدیث کے متفرق متون کو جمع کر دینے سے دور ہو گئے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہو گیا روایتوں میں جو تقدیم و تاخیر کمی زیادتی ہے وہ راویوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے اپنی یادداشت یا ضرورت کے مطابق ذکر کیا۔

اب چند ضروری گوشوں کی توضیح باقی رہ گئی ہے وہ حاضر ہیں۔

(الف) جبرئیل اس خاص ہیئت کے ساتھ اجنبی بن کر کیوں حاضر ہوئے؟ مسلم میں حضرت انس

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو اس بات سے روک دیا گیا تھا کہ ہم حضور اقدس ﷺ سے سولات کریں اس لئے ہم لوگوں کی خواہش رہتی تھی کہ کوئی ذہین دیہاتی آکر کچھ پوچھے اور ہم سنیں۔ اسی حدیث کا ابتدائی حصہ یہ ہے کہ اس کے باوجود حضور اقدس ﷺ نے اذن عام دے دیا تھا۔ کہ جو پوچھنا چاہو پوچھو مگر ہیبت کہ وجہ سے کوئی نہ پوچھ سکا اس لئے جبرئیل امین اجنبی بن کے حاضر ہوئے کہ صحابہ یہی سمجھیں کہ یہ کوئی دیہاتی ہیں۔ اگر صحابہ کرام کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ جبرئیل ہیں تو اسکا امکان تھا کہ صحابہ پر انکی بھی ہیبت طاری ہو جاتی ہو سکتا ہے انکی زیارت میں انہماک ہو جاتا اور ان کے سوالات و جوابات کو کماحقہ متحضر نہ رکھ پاتے۔

(ب) بچھونے کے کنارے ہی سلام کرنے کے بعد بار بار نزدیک آنے کا اذن مانگنا اس لئے تھا کہ تمام حاضرین ان کی طرف متوجہ ہو جائیں نیز یہ بتانا تھا کہ بزرگوں کے بہت نزدیک بلا انکی اجازت کے نہیں ہونا چاہئے۔ خصوصاً جب مجلس بھری ہوئی ہو۔

(ج) گردنیں پھلانگتے اس لئے آئے کہ ہوسکتا ہے کہ بغیر اس کے قریب آنا ممکن نہ ہو نیز یہ بدویانہ طریقہ اس لئے اختیار کیا کہ لوگ یہی سمجھیں کہ واقعی یہ کوئی بدوی ہیں۔

(د) گھٹنے سے گھٹنے ملا کر، زانو اقدس پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے یہ بتانے کے لئے کہ تلمیذ و استاذ میں جتنی موانست ہوگی قرب ہوگا اتنا ہی زیادہ فیض ہوگا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں فوضع یدیہ علی فخذیہ اس میں یدیہ کی ضمیر کا مرجع متعین ہے کہ رجل ہے۔ البتہ فخذیہ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس کا مرجع حضور اقدس ﷺ ہوں تو وہ معنی ہوں گے جو ہم نے بیان کیا دوسرے یہ کہ اس کا مرجع بھی رجل ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ آنے والے نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے زانوں پر رکھے۔ اسی میں ادب زیادہ ہے اور پہلے میں یگانگت کا بہت زیادہ اظہار نیز بدویت کا بھی۔ ہم نے پہلی شق اس لئے اختیار کی کہ سلیمان تمیمی کی روایت میں یہ تصریح ہے۔

وصنع یدہ علی رکبتی النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روایت دوسرے کی تفسیر ہوتی ہے۔ نیز بغوی اور اسماعیل تمیمی نے اسی پر جزم فرمایا۔ اور طیبی نے اسی کو ترجیح دی۔

(ہ) سفید شفاف بے داغ لباس پہن کر حاضر ہوئے اس میں اشارہ ہے کہ تلمیذ کو استاذ کے سامنے اس طرح حاضر ہونا چاہیئے کہ اس کا ذہن پندار کے داغ سے ملوث نہ ہو۔

(و) سیاہ بال جوانی کی نشانی ہے اس میں اشارہ ہے کہ طلب علم کا بہترین زمانہ جوانی ہے۔

(ز) انتہائی خوبصورت بہترین خوشبو کے ساتھ آنے میں یہ تلقین ہے کہ تلمیذ کو استاذ کے حضور اچھی سے اچھی ہیئت میں حاضر ہونا چاہیے۔ جس سے اسکی طرف میلان قلب ہو ایسی ہیئت سے نہ حاضر ہو کہ اسے تکدر یا نفرت ہو۔

(۳) ایمان باللہ، ایمان بالرسول، ایمان بالملئکہ و ایمان بالکتاب کی تشریح ہر مسلمان جانتا ہے اور اس کی تفصیل کتاب میں متعدد جگہ آئے گی۔ توضیح طلب باتیں تین ہیں۔ موت پر ایمان، اور اس کی ملاقات پر ایمان اور بعث آخر یا یوم آخر پر ایمان۔

(الف) موت ایسی چیز ہے کہ اس کا سبھی کو یقین ہے پھر اس پر خصوصیت سے ایمان لانے کا ذکر غالباً اس بنا پر ہے کہ موت کا یقین سب کو ضرور ہے مگر اس سے غفلت عام ہے۔ مراد یہ ہے کہ موت سے غفلت نہ برتی جائے اسے یاد رکھا جائے یا اس سے پوری دنیا کا کلیۃً فنا ہو جانا مراد ہے۔

(ب) بعث سے مراد، قیامت کے دن قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنا ہے۔ اور یہ بہر حال آخر ہے۔ اب آخر صرف توضیح وتاکید کے لئے ہے۔ جیسے کہتے ہیں کامس الذاھب حالانکہ امس کا معنی ہے کل گذشتہ کے یا اس بنا پر کہ بعث دو ہیں ایک عدم سے وجود میں آنا یا ماں کے پیٹ سے دنیا میں آنا دوسرے قیامت کے دن۔ یہ دوسرا پہلے کی بہ نسبت آخر ہوا۔

(ج) یوم آخر سے مراد قیامت ہے اس کو یوم آخر اس لئے کہتے ہیں کہ جن ایام کی حد ہمیں معلوم

ہے۔ان میں سب سے آخری دن ہے یوم آخر پر ایمان لانے سے مراد یہ ہے کہ قیامت کے دن جو احوال واہوال اور معاملات پیش آئیں گے ان سب پر ایمان لانا۔ مثلاً حساب کتاب، وزنِ اعمال، پل صراط پر گزر، جنت دوزخ، جیسا کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(د) اللہ کی ملاقات سے مراد یہ ہے کہ اس کی بارگاہ میں حاضری ضروری ہے یا یہ کہ اس کی رؤیت مراد ہے کہ مومنین کو اس کی زیارت ہوگی۔ جیسا کہ اس کے بارے میں احادیث مشہورہ وارد ہیں یہ اگرچہ یوم آخر کے احوال میں داخل ہے۔ مگر اہمیت کی وجہ سے اس کو علیحدہ بھی ذکر کیا۔

(۴) اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان و اسلام دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ لیکن یہ کلیتہً صحیح نہیں یہاں جن امور کو اسلام بتایا وفد عبد القیس کی حدیث میں انھیں کو ایمان بتایا۔ نیز قرآن مجید میں ہے۔

فاخرجنا من كان فيها من المومنين فما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين. سورة الذاريات، آيت ۳۵، ۳۶

اس بستی میں جتنے مومن تھے ہم نے سب کو باہر کیا ہم نے اس بستی میں صرف ایک گھر مسلمان کا پایا۔ لیکن اس حدیثِ جبرئیل اور دیگر احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام متغائر ہیں۔ نیز قرآن مجید ہی میں ہے۔

قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولكن قولوا اسلمنا ولما يدخل الايمان فی قلوبكم.

گنواروں نے کہا ہم ایمان لے آئے آپ فرما دو ایمان نہیں لائے ہاں یہ کہو ہم تابع ہو گئے۔ ابھی تمہارے دلوں میں ایمان کہاں داخل ہوا۔

اس آیت میں ایمان کی نفی کر کے اسلام کا اثبات ہے اس سے ظاہر کہ ایمان اور اسلام دو الگ الگ چیزیں ہیں مگر حقیقت میں ایسا نہیں اس سے صرف یہ ثابت ہوا کہ اطلاق میں کہیں کہیں تغایر کی بو آتی ہے۔ ورنہ مفہوم دونوں کا ایک ہے۔

(یہ بات ثابت شدہ ہے) کہ ایمان، تصدیق اور اقرار باللسان دونوں کا نام ہے۔ ایمان کے لغوی معنی تصدیق کے ہیں اور اسلام کے لغوی معنی تابعدار ہونے کے ہیں۔ شرع میں اسلام کے معنی ہیں اس دین کا پابند ہونا جو خدا کی طرف سے رسول اللہ ﷺ لائے۔ ظاہر ہے کہ انسان کسی دین کا پابند اسی وقت ہوگا جب اس کے اصول کو سخت جانے اور اس کے صحیح ہونے کا اقرار کرے اور یہی جاننا ایمان ہے۔ اور جب انسان کسی اصول کو سچ جان لے گا اور اس کا اقرار بھی کرلے گا تو اس کا پابند بھی ہوگا لہذا ایمان و اسلام ایک ہوئے:

ہاں اطلاق میں کہیں کہیں اسلام ظاہری اعمال کی ادائیگی پر بولا گیا اس لحاظ سے فرق صرف اعتباری ہوگا اس سے کسی کو انکار نہیں حدیث جبرئیل اور سورہ حجرات کی اس آیت میں یہی اطلاق ہے ورنہ حدیث جبرئیل کا اخیر اس کا رد ہے حضور اقدس ﷺ نے ان سب کو دین فرمایا جس میں ایمان بھی داخل ہے اور خود قرآن مجید میں ہے۔

من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه اور ارشاد ہوا کہ ورضیت لکم الاسلام دینا۔ جو اسلام کے علاوہ کسی دین کو قبول کرے اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا تمہارے لئے دین اسلام کو میں نے پسند کیا۔

ان آیات میں صرف اسلام کو دین بتایا کیا ایمان دین سے خارج ہے؟ اگر اسکا جواب نفی میں ہے اور ضرور صرف نفی میں ہے تو ثابت ہے کہ ایمان اور اسلام دو متضاد چیزیں نہیں۔ مسلمانوں کے عرف میں بولتے ہیں فلاں ایمان لایا یا بولتے ہیں فلاں اسلام لایا۔ دونوں کے معنی بلا کسی دغدغہ

کے ایک ہیں ہاں اطلاق کے اعتبار سے شریعت میں اس کے مابین عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی ایمان اور اسلام دونوں کا ایک مفہوم پر اطلاق جیسے وفد عبدالقیس والی حدیث اور سورۃ ذٰریٰت کی مذکورہ آیت ہیں اسلام کا اور ایمان کا الگ الگ معنوں میں اطلاق جیسے سورۃ حجرات کی آیت میں۔

تقدیر کا مطلب یہ ہے کہ ہر بھلائی برائی اللہ عزوجل نے اپنے علم ازلی کے موافق مقدر کردی ہے جو بات جیسے ہونے والی تھی اور جو شخص جو کچھ کرنے والا تھا اللہ عزوجل اسے ازل سے جانتا تھا اسی کیمطابق لکھ دیا اب اس کے خلاف نہیں ہوسکتا، محال ہے، یہ نہیں کہ اللہ عزوجل نے لوگوں کے احوال جانے بغیر جو چاہا لکھ دیا اور اب ہم اس لکھنے کی وجہ سے ویسا ہی کرنے پر مجبور ہیں۔ بلکہ مثلاً زید کے ذمے برائی لکھی۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل کو معلوم تھا کہ برائی کرے گا اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا تو اس کے ذمے بھلائی لکھتا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ اللہ عزوجل نے انسان کو جمادات پتھر کنکر کی طرح بے حس وحرکت بے اختیار نہیں بنایا۔ بلکہ ایک نوع اختیار بھی دیا ہے کہ کسی کام کو چاہے تو کرے۔ چاہے تو نہ کرے اسی کے ساتھ عقل بھی دی کہ وہ بھلے برے نفع نقصان کو پہچان سکے۔ اور ہر قسم کے سامان واسباب مہیا فرمادے کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ان سامان سے کام لے اسی اختیار پر مواخذہ ہے اپنے آپ کو جمادات کی طرح مجبور محض سمجھنا یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہے۔

تقدیر کے منکرین کو نبی ﷺ نے اس امت کا مجوس فرمایا۔ وجہ شبہ یہ ہے کہ مجوس دو خالق کو مانتے ہیں خالق خیر یزداں، خالق شر اہرمن، اور قدریہ یعنی تقدیر کے منکرین انسانوں کو اپنے افعال کا خالق مانتے ہیں انہوں نے دو ہی نہیں کروڑوں خالق مانے۔

تقدیر وقضا ہم معنی ہیں۔ قضا کی تین قسمیں ہیں:

(۱) **مبرم حقیقی:** جو علم الٰہی میں کسی چیز پر معلق نہیں۔

(۲) **معلق محض:** ملائکہ کے صحیفوں میں جس کا معلق ہونا ظاہر فرما دیا گیا ہو۔

(۳) **معلق شبیہ مبرم:** صحف ملائکہ میں جس کی تعلیق مذکور نہیں۔ مگر وہ علم الٰہی میں معلق ہے۔

مبرم حقیقی کی تبدیل محال ہے۔ اگر محبوبان بارگاہ اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انہیں اس سے روک دیا جاتا ہے مثلاً فرشتے قوم لوط پر عذاب لے کر آئے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ السلام نے باں قرب و اختصاص بہت کچھ عرض و معروض کی یہاں تک کہ ان کی عرض و معرض کو قرآن کریم نے مجادلے سے تعبیر فرمایا۔ ارشاد ہے: **یجادلنا فی قوم لوط...** (یعنی) "ابراہیم ہم سے قوم لوط پر جھگڑنے لگا"۔ مگر چونکہ یہ عذاب مبرم حقیقی تھا اس لئے نہ رکا۔

قضاء معلق اولیاء کرام کی دعاؤں ان کی توجہ، اعمال حسنہ سے ٹل جاتی ہے معلق شبیہ مبرم تک عامۂ اولیاء کرام کی رسائی نہیں اکابر کی ہے جو ان کی دعاء توجہ سے ٹل جاتی ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی کو فرمایا: **انی اردالقضاء بعد ما ابرم.** (یعنی) " میں قضاء مبرم کو بدل دیتا ہوں"۔ اور اسی کو حدیث میں فرمایا گیا: **ان الدعا یرد القضاء بعد ماابرم** (یعنی) "دعا قضاء مبرم کو ٹال دیتی ہے"۔

تقدیر کے مسائل عقول متوسطہ کی دسترس سے باہر ہیں ماوشما کس گنتی میں حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس میں بحث کرنے سے روک دیا گیا اس میں زیادہ غور وخوص بحث و تمحیص بہت نقصان دہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ استدلالی نہیں صرف کشفی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ مسئلہ جتنا ہی دقیق اور عام عقلوں کی دسترس سے بالاتر ہے اتنا ہی لوگ اس میں کرید کی کوشش کرتے ہیں اسے عام فہم سے قریب کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے، ہم چلتے ہیں پھرتے ہیں اٹھتے ہیں بیٹھتے ہیں کھاتے ہیں پیتے ہیں زندگی کے روزمرہ

معمولات میں مشغول رہتے ہیں یہ ہم اپنے ارادے اور اختیار سے کرتے ہیں ہم جو چاہتے ہیں کھاتے ہیں جو نہیں چاہتے ہیں نہیں کھاتے پیتے ہم جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور جہاں نہیں چاہتے ہیں نہیں جاتے وغیرہ وغیرہ۔

اس کے برخلاف رعشے کی بیماری والا ہے کہ وہ لاکھ چاہے کہ اس کا سر اور اس کا ہاتھ اس کا پاؤں نہ ہلے مگر وہ روک نہیں سکتا فالج زدہ، مفلوج عضو کو لاکھ چاہے حرکت نہیں دے سکتا اس کے برخلاف ایک تندرست انسان جب چاہے، جس عضو کو چاہے حرکت دے سکتا ہے حرکت سے روک سکتا ہے تندرست کی حرکات وسکنات رعشہ اور فالج زدہ کی طرح بے اختیاری نہیں۔۔۔ مگر اس اختیار کے باوجود روزمرہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ ایک انسان ایک بات کو چاہتا ہے اس کے لئے لاکھ جتن کرتا ہے سب تدبیریں کر ڈالتا ہے مگر وہ کامیاب نہیں ہوتا اس سے سمجھ میں آیا کہ ہمیں اختیار بھی ہے قدرت بھی مگر بالکلیہ نہیں ہمارا اختیار ہماری قدرت کسی اور قدرت والے اختیار والے کے ماتحت ہے یہی تقدیر ہے۔ (جاری ہے)

شیعہ ذاکرین ”شیعہ مجتہد“ کی نظر میں

شیعہ مجتہد مولوی محمد حسین ڈھکو شیعہ ذاکرین کے کرتوت ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے:

اب با انصاف ناظرین فرمائیں کہ اس واقعہ سے ان تاجران خون حسین کی تردید ہے یا تائید؟ جو اہل ایمان کی عورتوں کے زیورات تو کجا وہ تو کہتے ہیں اپنی عورتیں بھی فروخت کرنا پڑیں تو کرو مگر ہماری مقررہ فیس میں کمی نہ کرو ایک اور منبر کے اجارہ دار لکھتے ہیں۔ ”اگر کوئی شخص بخوشی بطور نذرانہ نہ دے تو بطور جرانہ وصول کیا جائے“۔

(اصلاح المجالس والمحافل، ص ۳۱، مکتبۃ السبطین سرگودھا)

علمیت امام اعظم اور مسئلہ تقلید

مناظر اسلام مولانا عبدالمجید سعیدی حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی الہ و اصحابہ اجمعین.

س نمبرا۔ ہمارے اسکول میں کچھ ٹیچرز غیر مقلد ہیں جنہوں نے یہ اعتراضات کئے ہیں کہ

ا۔ امام ابوحنیفہ معاذ اللہ کم علم تھے۔

۲۔ خصوصاً علم حدیث میں وہ کمزور تھے جس کی ایک دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی۔

۳۔ نیز تقلید ائمہ کی شریعت میں کوئی گنجائش نہیں بلکہ یہ شرک ہے۔

پہلی فرصت میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔ سائل ماسٹر نیاز احمد قادری۔ ترنڈہ سوائے خان۔

جواب نمبرا۔ حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر مخالفین کا یہ اعتراض آپ کے ساتھ انکے حسد و عناد اور بغض و عداوت کی بناء پر ہے اور حقیقت یہ ہے کہ متعصبین و معاندین اور حاسدین کے سوا ہر دور کے تمام منصف مزاج اہل علم آپ کے علمی لوہے کے قائل اور اس امر پر متفق ہیں کہ آپ بفضلہٖ تعالیٰ بلا مبالغہ شریعت و طریقت کے جامع، علوم نبویہ علیہ الصلوۃ والسلام کے صحیح وارث، فنون عقلیہ و نقلیہ کے بحر ذخار، فقہ اسلامی کے مدون و مؤسس اول، قرآن کے حافظ و قاری، حدیث کے لاثانی عالم، مفاہیم کتاب و سنت کے پاسبان و محافظ، علماء راسخین کے

پیشرو، عرفاء وکملاء کے امام اور علمی میدان میں نہ صرف اپنے اہل زمانہ سے سابق وفائق ہیں بلکہ آپ کے بعد بھی آپ سے بڑھ کر چشم فلک نے کوئی عالم نہیں دیکھا اور آپ مجتہد اعظم ہیں اسی لئے امت نے آپ کو امام اعظم کا لقب دیا ہے چنانچہ

(۱) امام اہل مدینہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا "وہ ایسے زبردست عالم ہیں کہ اگر مٹی کے ستون کو سونے کا کہہ دیں تو اسے دلائل و براہین اور اپنی قوت استدلال اور مناظرانہ بصیرت کے ذریعہ سے سونے کا ستون ثابت کر سکتے ہیں۔" حوالہ کیلئے ملاحظہ ہو۔

تبییض الصحیفہ ص ۱۴۰ مشمولہ طحاوی شریف۔ از امام سیوطی شافعی۔ الخیرات الحسان عربی ص ۵۔ ۱۲۸ از امام ابن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۳ھ۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہمزمان اور آپ کے فیض یافتہ، امام المحدثین، امیر المومنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے بارے میں فرمایا "نہ صرف کوفہ بلکہ مشرق و مغرب میں اور پوری روئے زمین پر چشم فلک نے آپ جیسا عالم نہیں دیکھا" قرآن دانی علمی بصیرت میں آپ سب سے فائق ہیں۔ آپ کی علمیت کے منکر احمق و بیوقوف ہیں اور آپ پر اعتراض کرنے والے آپ کے ساتھ بے جا تعصب رکھنے والے اور معاند و حاسد ہیں اور آپ پر کئے گئے ان بے ہودہ اعتراضات کا کوئی ثبوت نہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (تبییض الصحیفہ ص ۱۴۳ از امام سیوطی)

(۳) شداد بن حکیم اور مکی بن ابراھیم نے فرمایا "آپ کے زمانہ میں کوئی ایک بھی ایسا عالم نہیں جو علم میں آپ سے بڑھ کر ہو" ۔ ملاحظہ ہو۔ (مناقب الامام ۱۸۔۱۹ از ذہبی)

(۴) علی بن عاصم نے فرمایا۔ "اگر آپ کے اہل زمانہ علماء اور آپ کے علم کا موازنہ کیا جائے تو آپ

کا پلہ بھاری رہے گا"۔ ملاحظہ ہو۔ (تبییض الصحیفہ ص ۱۱۹۔۱۲۰ از امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)۔

(۵) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دین فہمی میں سب علماء آپ کے خوشہ چیں ہیں۔ پس جو دین کی سمجھ کے حصول کا خواہش مند ہو۔ اسے چاہیئے کہ وہ آپ اور آپ کے تلامذہ واصحاب کی خدمت میں بیٹھے اور ان سے فیض حاصل کرے۔ ملاحظہ ہو۔ (تبییض الصحیفہ ۱۴۰۔۱۴۱۔ ۱۴۴۔ الخیرات الحسان ص ۵۔۲۹ مناقب الامام اعظم ص ۱۸۔۱۱۹ الاکمال فی اسماء الرجال ص ۶۲۵ از صاحب مشکوۃ)

(۶) صاحب مشکوٰۃ امام ابوعبداللہ تبریزی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۴۰ھ فرماتے ہیں "آپ بہت بڑے متقی، باعمل نہایت درجہ عبادت گزار، تارک الدنیا اور علوم شریعت کے زبردست عالم تھے"۔ میں نے اپنی اس کتاب میں آپ کا ذکر محض آپ کے وفور علم بلند علمی مقام کے باعث اور محض آپ کے نام کی برکت حاصل کرنے کی بناء پر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (الاکمال فی اسماء الرجال ص ۶۲۵، مشمولہ مشکوٰۃ المصابیح طبع کراچی)

(۷) غیر مقلدین کے امام اور شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی نے آپ کی علمیت کا لوہا مانتے ہوئے آپ کو "امام اعظم" کہا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۱، ص ۱۶۹ طبع گوجرانوالہ، لاہور)

(۸) اس کے علاوہ وہابیوں کے مسلمہ امام ابن کثیر نے بھی اپنی کتاب (البدایہ والنھایہ) میں آپ کی علمیت کو تسلیم کرتے ہوئے آپ کی دینی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔ حیث قال "احد ائمة الاسلام والسادة الاعلام واحد الارکان العلماء واحد للائمة الاربعة اصحاب المذاهب المتوبعة"۔ (بحوالہ تاریخ اہلحدیث ص ۶۴)

خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی علمیت کا انکار، غیر مقلدین وغیرھم مخالفین کا آپ کے ساتھ بغض وعداوت اور حسد وعناد کی بناء پر ہے اور یہ ایسا جھوٹ ہے جس کی جتنی مذمت

کی جائے کم ہے۔اور حقیقت یہ ہے متعصبین، حاسدین اور معاندین کے سوا ہر دور کے تمام اہل علم نہ صرف آپ کے علم وفضل کے قائل بلکہ آپ کی خوشہ چینی کو بھی سعادت سمجھتے ہیں۔

جواب اعتراض نمبر ۲۔ یہ اعتراض بھی غیر مقلدین وغیرھم مخالفین کا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بغض وحسد اور عناد کی بناء پر ہے کہ اگر آپ کو علم حدیث آتا ہوتا تو آپ نے احادیث کا کوئی مجموعہ تیار کر کے حدیث کی کوئی کتاب بھی لکھی ہوتی اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ

اولاً: کسی علم پر کسی کا کوئی کتاب نہ لکھنا اس امر کو قطعاً مستلزم نہیں ہے کہ وہ اس علم سے بے بہرہ ہو یوں تو حضرت سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم، سیدنا عثمان غنی سیدنا علی المرتضٰی اور سیدنا عبداللہ بن مسعود (وغیرھم) جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے بھی کسی نے احادیث کے حوالہ سے کوئی کتاب نہیں لکھی (**ومن ادعی فعلیه البیان بالبرهان**) تو کیا غیر مقلدین، سینۂ نبوت سے براہِ راست علم وفضل کے حاصل کرنے والے ان اساطین اسلام کو بھی محض احادیث کا مجموعہ تیار نہ کرنے کی بناء پر علم حدیث سے (خاک بدہن ایشاں) بے بہرہ قرار دے کر اپنے رفض وخروج کا ثبوت مہیا کریں گے۔

ثانیاً: علاوہ ازیں امام اعظم پر غیر مقلدین کا یہ اعتراض تب درست ہوتا کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی کوئی ایسی حدیث پیش کرتے جس میں آپ ﷺ نے اپنی احادیث کے جاننے والے علماء پر انہیں کتابی شکل دیکر شائع کرنے کو فرض وواجب قرار دیا ہو۔ جب علم حدیث پر الفاظ حدیث لکھ کر شائع کرنے کی فرضیت ووجوب اور اس کا ضروری ہونا ہی سرے سے کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں تو اس حوالہ سے امام اعظم علیہ الرحمۃ پر غیر مقلدین کا یہ اعتراض کیونکر درست ہوسکتا ہے؟ اور اسے غیر مقلدین کی ہٹ دھرمی نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے؟

ثالثاً: اصل بات یہ تھی کہ آپ کے زمانے میں حدیث کے الفاظ کے محافظ بکثرت تھے جنہیں

محدث کہا جاتا تھا۔لیکن قرآن وسنت کے مفاہیم کے محافظ (یعنی اس کو کتابی شکل میں مدون کرنے کی جانب توجہ دینے والے) بہت کم تھے جیسے موجودہ زمانہ میں الفاظِ قرآن کے حافظ تو بہت ہیں مگر اس کا معنی اور اس کی صحیح تفسیر جاننے والے اتنے قلیل ہیں کہ گویا نہ ہونے کے برابر ہیں۔پس آپ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ اگر قرآن وسنت کا معنی محفوظ کر کے کتابی شکل نہ دی گئی تو دین کا نقصان عظیم ہوگا اور گمراہ قسم کے لوگ قرآن وسنت کی من مانی تاویلات کر کے لوگوں کو گمراہی میں ڈالنے کی کوشش کریں گے۔پس آپ نے امتِ مسلمہ پر احسان عظیم فرماتے ہوئے اس شعبہ کو سنبھالا اور قرآن وسنت کو سمجھنے کے لئے جن علوم وفنون عربیہ وشرعیہ کی ضرورت پڑتی ہے باوجود یہ کہ آپ خود بھی ان کے زبردست عالم وماہر تھے مگر پھر بھی احتیاط کے تقاضے پورے کرتے ہوئے آپ نے اپنی سربراہی میں ان علوم کے مختلف ماہر قسم کے درجنوں علماء کی ایک کمیٹی تشکیل دی اور طہارت سے لے کر میراث تک کے مسائل میں ہر مسئلہ کے متعلق واردشدہ متفرق دلائل شرعیہ (آیات واحادیث) کو یکجا کر کے اجتماعی غور وخوض کے بعد ان کا خلاصہ کتابی شکل میں مدون فرمایا۔ملاحظہ ہو (تبییض الصحیفہ ۱۴۴۔مناقب الامام اعظم ص ۶۸)

لیکن چونکہ یہ عظیم کام آپ کی سربراہی میں ہوا اس لئے اس خلاصہ کو آپکی نسبت سے ''فقہ حنفی'' کہا جانے لگا جیسے احادیث مرفوعہ رسول علیہ ﷺ کے ارشادات ہیں مگر ان کے مجموعے،ان کے جامعین سے منسوب ہیں اور محدثین کی نسبت سے انہیں مثلاً بخاری مسلم وغیرھما کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور کوئی بھی نہیں کہتا کہ یہ حدیثیں جو ان محدثین سے منسوب ہیں وہ ان کی اپنی بنی ہوئی ہیں۔پس فقہ حنفی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی رائے کا نام نہیں ہے بلکہ قرآن وسنت ودلائل شرعیہ کے خلاصہ اور نچوڑ کا نام ہے۔وہ خلاصہ آپ کے دوسرے تلامذہ کے علاوہ آپ کے ایک عظیم شاگرد حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع فرمایا جنہیں ''ظاہر الروایۃ'' کہا جاتا

ہے جن کے نام یہ ہیں ۔(۱) جامع صغیر (۲) جامع کبیر (۳) سیر صغیر (۴) سیر کبیر (۵) مبسوط (٦) زیادات ۔ جن کے مندرجات امام سے بطریق تواتر ثابت ہیں اور آپ کے بعد سے آج تک محفوظ ومتداول ہیں ۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ اس عظیم دینی خدمت پر آپ کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے مگر

چشم بد اندیش کہ بر کندہ باد

عیب نماید ش ہنر در نظر

ترجمہ: دشمن کی آنکھ اندھی ہو کہ اسے اپنے مدمقابل کا ہنر بھی عیب نظر آتا ہے۔

رابعاً: غیر مقلدین سمیت آپ کے تمام مخالفین بھی مانتے ہیں کہ آپ علم فقہ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اور اس علم میں آپ کے زمانہ اور مابعد کے سب علماء آپ کے خوشہ چیں ہیں ۔ پس فقہ کا ماہر ہونا ہی آپ کے قرآن وحدیث کے زبردست عالم ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ فقہ قرآن و حدیث کے خلاصہ ہی کا نام ہے اور دلائل شرعیہ سے مسائل اخذ کرنے کے علم کے مؤسس آپ ہی ہیں ۔ پس آپ کو بہت بڑا فقیہ ماننے کے باوجود آپ کو معاذ اللہ عزوجل علم حدیث سے بے بہرہ کہنا ایسا ہے جیسے یہ کہہ دیا جائے کہ غیر مقلدین دیکھتے تو ہیں مگر آنکھوں سے فارغ۔

خامساً: علاوہ ازیں آپ نے جن اساتذہ ومشائخ سے قرآن وسنت کا علم اخذ فرمایا ان کی تعداد چار ہزار ہے اور وہ بھی صرف آپ کے وہ اساتذہ ہیں جو تابعین کرام میں سے ہیں ۔ ملاحظہ ہو (الخیرات الحسان ص ۲۳) پس آپ کے اساتذہ کی کثرت آپ کے وفور علم کی دلیل ہے۔ اس لحاظ سے بر سبیل تنزل اگر آپ نے اپنے ان اساتذہ میں سے ہر ایک کے پاس ایک ایک حدیث بھی پڑھی ہو تو چار ہزار حدیثیں تو یہی بن جاتی ہیں ۔ لہذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ کو صرف سترہ حدیثیں آتی تھیں انہیں قیامت کے بھیانک منظر اور خدا عزوجل کی پیشی سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔

سادساً: بحمد اللہ تعالیٰ آپ حدیث کے الفاظ کے شعبہ کی خدمت سے بھی بہرہ مند ہیں اور آپ کی روایت کردہ کچھ احادیث کے مجموعے بھی موجود ہیں۔ مثلاً جامع المسانید، کتاب الآثار وغیرھما۔ جبکہ اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ اس زمانہ میں اساتذہ کے فرمودات اور ان کی بیان کردہ روایات کو عموماً ان کے تلامذہ ہی کتابی شکل دیا کرتے تھے۔

سابعاً: خود منصف مزاج غیر مقلد علماء نے بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ پر اس اعتراض کے وارد ہونے پر اپنے غیر مقلد جہلاء کو بہت کوسا اور سخت وست کہا ہے۔ یہاں تک کہ بعض تو یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کی بے ادبی کرنے والوں اور آپ کے مناقب کے منکروں کا خاتمہ بالخیر نہیں ہوتا۔ ملاحظہ ہو (تاریخ اہل حدیث ص ۴۳۷-۴۲ بحوالہ مقام ابی حنیفہ)

ج۔ اعتراض نمبر ۳۔ شرعی احکام پر علم پیرا ہونا ہر مکلّف مسلمان پر فرض ہے جس کی دلیل وہ تمام آیات اور احادیث ہیں جن میں ہر مرحلہ پر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا گیا ہے جو کسی باشعور مسلمان پر مخفی نہیں۔ اس صورت میں ظاہر ہے جو شخص بے علم ہو اسے کسی معتمد اہل علم سے دریافت کر کے ہی شرعی احکام پر عمل کرنا چاہیئے کیونکہ وہ خود قرآن و حدیث سے اپنے مسائل کا حل نکالنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ جدید اصطلاح میں اس کا نام تقلید ہے۔ پس مطلق تقلید فرض ہوئی۔ لہٰذا اسے شرک کہنا فرض کو شرک یا شرک کو فرض قرار دینے کے مترادف ہے جو خود شرک ہے۔

علاوہ ازیں اس تقلید کو شرک کہنا اس لئے بھی غلط ہے کہ وہ شرک کی حد میں شامل ہی نہیں کیونکہ اسلام کی اصطلاح میں شرک یہ ہے کہ کسی غیر خدا کو خدا مانا جائے بایں طور کہ اسے واجب الوجود یا مستحق عبادت سمجھا جائے۔ غیر خدا کو واجب الوجود ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اسے ازلی و ابدی مانا جائے یعنی اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ وہ اس طرح ہمیشہ رہے گا نہ تو کبھی معدوم تھا اور نہ

ہی اس پر کبھی فنا طاری ہوگی جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے۔ اور کسی غیر خدا کو مستحق عبادت اور خدا (عزوجل) کی کسی صفت میں شریک سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو صاحب کمال مان کر اس کے اس کمال میں اسے خدا (عزوجل) کا محتاج نہ سمجھے۔ اس کے بارے میں یہی عقیدہ رکھ کر اس کا کوئی کہنا ماننا اور اس کی تعظیم کرنا، اس کی عبادت ہے جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عوام مسلمین اور غیر مجتہدین کے لئے ائمہ دین اور مجتہدین اسلام کی تقلید کو شرک کہنا ہرگز ہرگز درست نہیں بلکہ قطعاً غلط، نہایت درجہ بے جا اور سراسر ظلم وزیادتی ہے۔

غیر مقلدین سے سوال:۔

اگر وہ صاحب پھر بھی نہ مانیں اور اس تقلید کو شرک ہی کہنے پر ڈٹے رہیں تو آپ ان سے یہ سوال کر سکتے ہیں۔

(ا) ایک مسلمان ان پڑھ ہو، یا معمولی پڑھا لکھا ہو کہ اس میں اتنی صلاحیت ہی نہ ہو کہ وہ اپنی ضرورت کے شرعی مسائل، دلائلِ شرع سے خود نکال کر اس پر عمل کر سکے تو اس کو شریعت مطہرہ کے احکام پر کس طرح عمل پیرا ہونا چاہیئے یعنی دوسری صورت میں دوسروں سے پوچھ کر عمل کرنا اس پر فرض ہے یا نہیں؟ چھوٹ تو ظاہر ہے کہ اسے نہیں دی جا سکتی کیونکہ وہ مسلمان ہونے کی وجہ سے خدا (عزوجل) کے فرائض کا پابند ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس پر دوسروں سے پوچھ کر عمل کرنا ضروری ہے تو یہی تقلید ہے۔ جبکہ تقلید تمہارے نزدیک نہ صرف ناجائز اور حرام بلکہ کفر وشرک ہے۔ گویا وہ شرعی کام پر عمل نہ کرے تو ترک فرائض کی وجہ سے دوزخی قرار پاتا ہے اور اگر عمل کرتا ہے تو تمہارے بقول تقلید کرنے کی وجہ سے دوزخ کا ایندھن بنتا ہے۔ پس اس کے لئے اس گناہ اور کفر وشرک سے بچ کر احکام شرع پر عمل کرنے کی کیا صورت ہے؟ واضح آیات اور صحیح صریح حدیث سے اس کا تسلی بخش جواب درکار ہے۔

(۲) جو غیر مقلدین ان پڑھ ہیں وہ شرعی احکام پر کس طرح عمل کرتے ہیں۔ ظاہر ہے ان پڑھ اور جاہل ہونے کے باعث ان میں اتنی صلاحیت تو ہے نہیں کہ وہ خود قرآن وسنت سے مسائل اخذ کر کے ان پر عمل کر سکیں یا کسی دلیل شرعی کو سمجھ سکیں تو یقیناً وہ اپنے غیر مقلد مولویوں کے فتووں پر ہی اعتماد کر کے ان پر عمل کرتے ہیں۔ اس صورت میں کسی کا اسے دلیل شرعی پڑھ کر سنانا نہ سنانا ان کے لئے برابر اور گوہ کے آگے مرلی بجانے کے مترادف ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ غیر مقلدین کے عوام اپنے مولویوں کے مقلد ہیں۔ پس ہمیں قرآن کی ایسی صریح آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کوئی ایسی صحیح اور واضح حدیث دکھائی جائے جس میں یہ بتایا گیا ہو کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ دین کی تقلید تو ناجائز وحرام بلکہ کفر وشرک ہے مگر غیر مقلد مولویوں کی تقلید عوام کے لئے نہ صرف جائز بلکہ اہم فرائض سے ہے۔

(۳) غیر مقلدین کے ذمہ دار عالم مولوی وحید الزماں غیر مقلد حیدر آبادی نے اپنی کتاب ہدیۃ المھدی عربی ص ۱۱۰ اور نزل الابرار ص ۷ طبع بنارس میں لکھا ہے کہ۔ ’’لابد للعامی من تقلید العلماء ‘‘ یعنی جسے قرآن وسنت سے مسائل اخذ کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو اس پر ضروری ہے کہ وہ علماء کی تقلید کرے۔ پس قرآن وسنت کی روشنی میں ہمیں بتایا جائے کہ غیر مقلد مولوی صاحب موصوف، تقلید کو ضروری قرار دے کر تمہارے فتویٰ کے مطابق مشرک ہوئے ہیں یا نہیں؟ ہوئے ہیں تو ہمیں اس کی تحریر مہیا کرو۔ نہیں تو پھر ہم کیوں مشرک ہیں؟

والحمدلله رب العالمين والصلوة والسلام علی سيد المرسلين سيدنا ومولانا محمد وعلی اله واصحابه واتباعه اجمعين.

تحریفِ قرآن

مناظرِ اہلسنت مولانا غلام علی فاروقی حفظہ اللہ

قسط اوّل

نمبر 1:۔ مذہب شیعہ کے عقیدے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر نازل شدہ موجودہ قرآن تحریف شدہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ جنہیں آپ ﷺ نے دین سکھایا معاذ اللہ وہ ساری کی ساری جماعت جھوٹی تھی بعد از رسول اکرم ﷺ مرتد ہوگئی صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھ صرف چار بچے (ان کے حوالہ جات بعد میں آئیں گے)

نمبر 2:۔ مذہب شیعہ کا عقیدہ اور ان کے تمام علماء و مجتہدین کا اتفاق ہے کہ موجودہ قرآن کو جمع کرنے والے خلفاءِ ثلاثہ تھے اور ان کے ہی ذریعہ دنیا میں پھیلا اور چونکہ یہ غیر معصوم، متعصب، منافق اور (معاذ اللہ) شریعت کے مخالف تھے لہٰذا ان کا جمع کیا ہوا قرآن کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟ (شیعہ اماموں سے اس کی تصدیق کہیں نہیں ملتی)

نمبر 3:۔ دشمن دین کے ہاتھوں سے جو چیز ملے اور دشمن بھی وہ جو خائن، کاذب، منافق، اور متعصب ہو اور تحریف دین کے درپے بھی ہو، صاحب اقتدار بھی ہو اور ایسی قوت کا مالک ہو کہ بے بنیاد چیز کو مستحکم اور باطل کو حق بنا سکے وہ چیز کیونکر قابل اعتماد ہوسکتی ہے۔

چنانچہ شیعہ کا دعویٰ ہے کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت جھوٹی اور بے بنیاد تھی مگر انہوں نے

اپنی قوت سے سب کو اس جھوٹ پر متفق کر لیا تھا۔ حضرت علی کی بیعت غدیر خم متواتر تھی اس کو بے بنیاد بنا دیا لہٰذا ان کا جمع کیا ہوا قرآن کیونکر صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

نمبر 4:۔ شیعہ کی مستند اور معتبر ترین کتابیں اس مضمون کی روایتوں سے بھری پڑی ہیں کہ شیعہ کے ائمہ معصومین و مفترض الطاعہ نے فرمایا کہ اس موجودہ قرآن میں سے بے شمار آیتیں اور سورتیں نکال دی گئی ہیں، الفاظ و حروف بدل دیئے گئے ہیں، قابلِ نفرت اور خلافِ فصاحت و بلاغت عبارتیں داخل کر دی گئیں ہیں اور اس کی ترتیب خبط و بے ربط بنا دی گئی ہے اور یہ قرآن بجائے دین کے بے دینی کی تعلیم دیتا ہے اور اس میں کفر کے ستون قائم کیے گئے ہیں اس میں رسول اللہ ﷺ کی سخت توہین کی گئی ہے قرآن قابلِ اعتبار نہیں۔

شیعہ کتب میں قرآن کی تحریف کے سلسلہ میں جو روایات بیان کی گئی ہیں ان کے متعلق اکابر علمائے شیعہ کا اقرار ہے کہ

(۱) یہ روایات تحریفِ قرآن مذہب شیعہ کی ایسی معتبر کتب میں موجود ہیں جن پر شیعہ مذہب کا دارومدار ہے۔

(۲) یہ روایات کثیر التعداد ہیں زائد دو ہزار ہیں اور روایات امامت سے کم نہیں ہیں۔

(۳) یہ روایات تحریف قرآن پر ایسی صاف اور صریح دلالت کرتی ہیں کہ ان میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی۔

(۴) یہ روایات صحیح اور متواتر ہیں۔

(۵) ان روایاتِ تحریف کے مطابق شیعہ کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ قرآن محرف ہے۔

(۶) تحریف قرآن کا عقیدہ ضروریاتِ مذہب شیعہ سے ہے اور ضروریاتِ دین کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔

(۷) شیعہ کا یہ اقرار بھی ہے کہ تحریف قرآن کا عقیدہ جس طرح مطابق نقل ہے اسی طرح مطابق عقل بھی ہے۔

یہاں یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ اگر اہلِ سنت کی کتابوں میں سے کوئی روایت جو اختلافِ قرأت یا نسخ کے متعلق ہو اسے آڑ بنا کر شیعہ یہ کہیں کہ دیکھو اہل سنت بھی تحریف کے قائل ہیں تو شیعہ کی یہ بات صرف اس صورت میں قابلِ تسلیم ہے کہ اکابر علماءِ اہل سنت کی طرف سے یہ سات (۷) اقرار پیش کیے جائیں۔

روایاتِ تحریف قرآن:

شیعہ کی مشہور زمانہ کتاب ''اصول کافی'' جس کی تعریف ایرانی شیعی انقلاب کے بانی خمینی صاحب ہمیشہ کرتے رہے اور اپنی برادری کو اس کے پڑھنے کی تلقین کرتے رہے۔ شیعہ کی تمام کتابوں سے زیادہ اسی کتاب کی عربی و اردو شروحات لکھی گئیں ہیں کیونکہ اس کتاب کے مولف یعقوب کلینی لکھ کر امام غائب کے پاس لے گئے تو امام نے دیکھ کر فرمایا ''ھذا کاف لشیعتنا'' یہ کتاب ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اس کتاب کی تصدیق امام غائب نے کر دی ہے لہذا اس کا ہر مسئلہ و حدیث شیعہ کے ہاں معتبر ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی شرح ظفر حسن (کراچی) نے لکھی تو اس کے مقدمہ میں تعریف میں بیس صفحات اپنے سیاہ نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیئے ہیں۔

بہر حال سب سے اول اسی کتاب کے حوالہ جات نقل کرتے ہیں کیونکہ اس کتاب میں صفحہ ۲۵۰ جلد اول میں ایک پورا باب باندھا گیا ہے جس کا عنوان ہے ''أنه لم یجمع القرآن کله إلا الأئمة علیهم السلام'' یعنی یقیناً پورا قرآن اماموں کے بغیر کسی نے جمع نہیں کیا۔

پھر اسی عنوان کے ساتھ مصنف موصوف جو آئمہ کی طرف منسوب روایات لایا ہے ان میں سے

چند بطورِ نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔عربی عبارت مع ترجمہ

نوٹ: ضروری وضاحت! شیعہ کتب میں آئمہ حضرات کی طرف جو روایات منسوب ہیں حقیقتاً یہ نہ ان کے فرامین ہیں اور نہ ان کا ایسا عقیدہ تھا۔ یہ شیعہ مولویوں کی من گھڑت کہانیاں ہیں جو کہ انہوں نے قوم کو بیوقوف بنانے کے لیے گھڑ رکھی ہیں۔ آیئے اصل موضوع کی طرف چلتے ہیں۔

(۱) عن جابر قال سمعت أبا جعفر علیه السلام یقول ما ادعی احد من الناس انه جمع القرآن کله کما انزل الا کذاب وما جمعه وحفظه کما انزل الله تعالی الا علی بن ابی طالب.

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر سے سنا کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس نے پورا قرآن جمع کیا تو وہ جھوٹا ہے کیونکہ پورا قرآن سوائے حضرت علی بن ابی طالب کے کسی نے جمع نہیں کیا نہ یاد کیا ہے۔

(۲) عن ابی جعفر علیه السلام انه قال ما یستطیع احد ان یدعی ان عنده جمیع القرآن کله ظاهره وباطنه غیر الاوصیاء.

امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرنے کی قوت نہیں رکھتا کہ اس کے پاس سارا قرآن موجود ہے ظاہر اور باطن سوائے اماموں کے۔

قارئین کرام!

(۱) رسول اللہ ﷺ نے قرآنِ مجید کے جمع کرنے اور حفاظت کرنے کا کام کوئی ایسا اہم نہیں سمجھا تھا کہ اس کا اہتمام فرماتے۔

(۲) یہ کام حضرت علی نے از خود کیا۔

(۳) قرآن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت کے لئے مخصوص تھا اس لئے صرف انہیں سنایا گیا۔

دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن صرف ائمہ کے پاس موجود ہے جو اپنے پاس مکمل قرآن کا دعوئی کرے وہ جھوٹا ہے۔

پہلے امام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قرآن کو عام مسلمانوں کی ضرورت کی چیز تصور نہیں کیا اس لئے اسی پر اکتفاء کیا کہ دوسرے امام کے سپرد کردیں اور اس طرح پوری رازداری سے یکے بعد دیگرے اماموں کے سپرد کیا جاتا رہا۔ اب وہ اصل قرآن امام مہدی بغل میں لئے بیٹھے ہیں جب وہ آئیں گے اصلی قرآن کا دیدار نصیب ہوگا۔

(۴) کسی امام صاحب نے بھی یہ قرآن اللہ کے بندوں تک پہنچانا مناسب نہ سمجھا۔

نکتہ قابل توجہ: مذکورہ دو روایتیں ان حقائق کی تردید کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے قرآن کے پھیلانے، سنانے، لکھوانے اور عام کرنے کا کوئی اہتمام نہیں کیا۔

بقولِ شیعہ اس بات کی بھی تردید ہوتی ہے کہ قرآن پوری انسانیت کے لئے ہدایت بن کر آیا ہے بلکہ یہ صرف شیعہ کے مقرر کردہ ائمہ کے کام کی کوئی چیز معلوم ہوتی ہے کہ ایک امام دوسرے تک پہنچاتا رہا۔ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ جس اعلیٰ مقصد کے لئے تشریف لائے وہ پورا نہ کر سکے بلکہ وہ ناکام لوٹے۔

اس بات کا اظہار خمینی صاحب "خطبہ اتحاد و یکجہتی" میں کر چکے ہیں کہ سارے رسول آئے مگر ناکام گئے حتی کہ رسول اللہ ﷺ بھی ناکام گئے کیونکہ اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو پکا نہ کر سکے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوشش:

جمع القران کے سلسلہ میں بقولِ شیعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سعی احتجاج طبرسی

جلد اول صفحہ ۱۲۵ فصل الخطاب صفحہ ۱۵، تفسیر صافی جلد اول مقدمہ نمبر ۶، تفسیر مرأۃ الانوار جلد اول صفحہ ۴۸ لما توفی رسول اللہ ﷺ جمع علی علیه السلام القران وجاء به الی مهاجرین والانصار وعرضه علیهم لماقد او صاه بذلک رسول الله فلما فتحه ابوبکر خرج فی اول صفحة فتحا فضائع القوم فوثب عمر وقال علی ارده فلا حاجة لنا فیه فاخذ علی وانصرف

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو حضرت علی نے قرآن جمع کیا مہاجرین وانصار کے پاس لائے اوران کی خدمت میں پیش کیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کواس کی وصیت فرمائی تھی جب حضرت ابوبکر نے قرآن کھولا تو پہلے ہی صفحہ پر قوم کی بُرائیاں نکل آئیں (یعنی صحابہ کرام کی) پس حضرت عمر نے کہا اے علی یہ قرآن واپس لے لے ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت علی قرآن لے کر چلے گئے۔

فلما استخلف عمر سئل علیا ان یدفع الیهم القران ان یحرفوه فیما بینهم فقال یااباالحسن ان جئت باالقران الذی جئت به الی ابی بکر حتی نجتمع علیه قال علی علیه السلام هیحات لیس الی ذلک سبیل فما جئت الی ابی بکر لتقوم الحجة وتقولوا یوما القیامة انا کنا عن هذا غفلین وتقولوا ماجئتنا به القران الذی عندی لایمسه الا المطهرون والاوصیاء من ولدی فقال عمر هل وقت الاظهار فقال علی علیه السلام نعم اذاقائم القائم من ولدی یظهره ویحمل الناس علیه.

خلاصہ:

جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حضرت علی سے وہ قرآن طلب کیا تا کہ اس

میں تحریف کردیں تو حضرت عمر نے فرمایا ابوالحسن اگر آپ وہ قرآن لے آئیں جو آپ نے حضرت ابوبکر کو دکھایا تھا تو ہم اس پر متفق ہو جائیں۔ حضرت علی نے فرمایا بات دور چلی گئی ہے اب تو اس قرآن تک پہنچنا ممکن نہیں میں ابوبکر کے پاس صرف اس لئے آیا تھا کہ حجت پوری ہو جائے اور قیامت کو تم یہ نہ کہو کہ ہم قرآن سے غافل رہے یا یہ کہو کہ علی ہمارے پاس لایا ہی نہ تھا اور فرمایا کہ وہ قرآن تو ہمارے پاس ہے مگر اسے پاک لوگوں اور میرے اولاد کے بغیر کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا پھر حضرت عمر نے پوچھا تو اس قرآن کے ظاہر ہونے کا بھی کوئی وقت ہے؟ تو حضرت علی نے فرمایا ہاں میری اولاد سے جب امام مہدی ظاہر ہوگا تو وہ قرآن لائے گا اور لوگوں سے اس پر عمل کرائے گا۔

قارئین کرام! آپ نے شیعہ کی مستند کتب سے پڑھ لیا کہ اصلی قرآن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام در امام ہوتا ہوا اب امام مہدی کے پاس ہے جب آئے گا تو لوگوں کو اصلی قرآن کی زیارت ہوگی۔

بقول شیعہ اب لوگ نقلی قرآن کو پڑھتے ہیں عمل کرتے ہیں کیونکہ نعمت اللہ الجزائری انوارِ نعمانیہ میں نقل کر چکے ہیں کہ اصلی قرآن کے آنے تک لوگ اسی قرآن پر گزارا کریں۔ حوالہ جات آئندہ آئینگے۔

ملا باقر مجلسی کے شاگردِ خاص نعمت اللہ الجزائری انوارِ نعمانیہ جلد اول صفحہ ۲۴۹ پر لکھتے ہیں:

قد استفاضته فی الاخبار ان القران کما انزل لم یو لف الا امیر المومنین علیه السلام بوصیته من النبی ﷺ فیقی بعدموته ستة اشهر مشتغلاً بجمعهٖ فلما جمعه کما انزل اتی به الی المتخلفین من بعد رسول اللّٰه وفی ذلک القران زیاداة کثیرة و خال من التحریف

مستفیض روایتوں میں آچکا ہے کہ قرآن جس طرح اور جتنا نازل ہوا تھا اس کو حضرت علی کے بغیر کسی نے جمع نہیں کیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو وصیت فرمائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت علی چھ ماہ تک قرآن جمع کرنے میں مشغول رہے پھر خلفاءِ ثلاثہ کے پاس لائے حضرت علی کا جمع کردہ موجودہ قرآن سے کئی گنا زیادہ ہے اور وہ ہر قسم کی تحریف سے بالکل پاک ہے۔

محدث الجزائری کی تحقیق قابل قدر ہے جو انہوں نے اپنی قوم کے لئے کی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جمع کردہ قرآن کا تعارف ان اوصاف سے کرایا کہ ایک تو وہ قرآن موجودہ قرآن سے کئی گنا زیادہ ہے دوسرا تحریف سے بالکل پاک ہے۔ اس سے قوم کو یہ بتانا مقصود ہے کہ موجودہ قرآن میں تحریف یقیناً ہو چکی ہے مگر موجودہ قرآن اصلی قرآن کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔

موجودہ قرآن کے محرف ہونے پر شیعہ کا اجماع:

موجودہ قرآن کے محرف ہونے پر علماءِ شیعہ کا اجماع واتفاق ہے یہی محدث اسی صفحہ پر لکھتے ہیں اور اس کی تائید علامہ نوری طبرسی نے فصل الخطاب صفحہ ۳۵ پر بھی کی ہے۔ ملاحظہ ہو

ان تسلیم تواترها عن الوهی الالهی و کون الکل قدنزل به الروح الامین یفضی الی طرح الاخبار المستفیضة بل المتواترة الدالة تصریحها علی وقوع التحریف فی القران سلاماً ومادة واعراباً مع اصحابنا رضوان اللہ علیهم قد اطبقوا علی صحتها وتصدیق بها کیف وهولاء الاعلام رود فی مولفاتهم اخبارا کثیرة تشتمل علی وقوع تلک الامور فی القران وان الایة نزلت ثم غیرت الا هذا حکمه

اگر ان سات (۷) قرأتوں کو متواتر تسلیم کیا جائے کہ حضرت جبریل امین یہ لے کر نازل ہوئے

تھے تواس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ شیعہ کی وہ روایات جو مستفیض بلکہ متواتر ہیں اور تحریف قرآن پر صریح دلالت کرتی ہیں کہ تحریف پاروں میں بھی ہوئی اور اعراب میں بھی ہوئی ان سب کو رد کرنا پڑے گا حالانکہ تمام شیعہ علماء نے ان روایات کی صحت اور متواتر ہونے پر اتفاق واجماع کیا ہے اور ان روایات کی تصدیق کی ہے یہ روایات کیسے رد کی جاسکتی ہیں جبکہ بڑے بڑے فضلاءِ شیعہ نے ان کو اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے۔ روایات بھی کثیر ہیں اور ان امور کے واقع ہونے پر مشتمل ہیں کہ یہ آیت اس طرح نازل ہوئی اور اس طرح قرآن میں اس کو متغیر کیا گیا۔

(جاری ہے)

قربانی کی کھالیں جماعۃ الدعوۃ وغیرہ کو دینا جائز نہیں

وہابی مولوی کا فتویٰ

وہابی مولوی عبدالستار الحماد لکھتا ہے:

ہمارے ہاں عام طور پر مندرجہ ذیل مصارف پر ان کھالوں کو خرچ کیا جاتا ہے۔

۱) ائمہ مساجد اور ان کے خطباء کی تنخواہ پر انہیں صرف کر لیا جاتا ہے۔

۲) مقامی بچوں کی تعلیم پر اٹھنے والے اخراجات ان سے پورے کیئے جاتے ہیں۔

۳) مقامی لائبریریوں کی توسیع اور مساجد کی تعمیر وترقی پر انہیں خرچ کیا جاتا ہے۔

۴) سیاسی جماعتیں بھی سیاست چمکانے کے لئے بھی ان کھالوں کو استعمال کرتی ہیں۔

۵) جہادی تحریکیں بھی قربانی کے ایام میں سرگرم عمل ہوتی ہیں وہ بھی کھالوں کو اکٹھا کرنے میں تگ ودو کرتی ہیں۔

بعض جہادی تنظیموں کا طریقہ وارداد سوال میں ذکر ہوا ہے کہ ان کے افراد قربانی سے پہلے لوگوں سے انفرادی ملاقات کر کے وعدہ کی رسیدیں ان کے ہاتھ میں تھما دیتے ہیں تا کہ اسے پابند کر دیا جائے مذکورہ تمام مصارف کے سلسلہ میں ہمیں ہوشیار رہنا چاہئے اور قربانی کی کھالیں صرف غرباء اور مساکین اور بیواؤں کا حق ہے، مقامی طلباء، مساجد، ائمہ کرام، خطبائے عظام، مقامی لائبریریاں، سیاسی جماعتیں اور جہادی تنظیمیں ان کی حق دار نہیں۔ (فتاوی اصحاب الحدیث، ج ۲، ص ۳۸۰، مکتبہ اسلامیہ)

غیر مقلدین (اہلحدیث فرقہ) کے کچھ مسائل

مولانا ابوریحان رضوی حفظہ اللہ

نوٹ: یہ مضمون غیر مقلدین کی طرف سے آئے دن فقہ حنفی پر کئے جانے والے بے جا اعتراضات کے جواب میں انہیں آئینہ دکھانے کے لئے لکھا گیا ہے۔ تاکہ یہ فقہ حنفی پر ہرزہ سرائی کرنے کی بجائے اپنے گھر کی خبر لیں۔

ا۔ غیر مقلد اہلحدیث فرقہ کے زبردست امام و پیشواء ابن حزم کے نزدیک مرد کو اپنے جسم کی صرف دو چیزیں چھپانی ضروری ہیں، عضو تناسل اور پاخانے کا سوراخ، چنانچہ وہ اپنی کتاب المحلی میں لکھتے ہیں: والعورة المفترض سترها علی الناظر وفی الصلوٰة من الرجل الذکر و حلقة الدبر فقط۔ یعنی مرد کے جسم کا وہ حصہ جس کو دیکھنے والوں سے چھپانا اس پر فرض ہے اور جسکا نماز میں چھپانا اس پر فرض ہے وہ صرف عضو تناسل اور پاخانہ کا سوراخ ہے۔

(المحلی لابن حزم جلد ۳ صفحہ ۲۱۰)

غیر مقلدین کے ہندوستانی پیشواء وحید الزماں نے بھی اس بات کو اپنی کتاب تیسیر الباری میں نقل کیا ہے۔ (تیسیر الباری شرح صحیح بخاری صفحہ ۲۶۶ جلد ۱ تاج کمپنی)

۲۔ غیر مقلدین کے مذکورہ امام ابن حزم کے نزدیک اگر آدمی مشت زنی کر کے منی نکالے اور عورت اپنی شرم گاہ کو کسی چیز پر آڑھے رکھ کر اپنی منی خارج کرے تو وہ مرد و عورت بالکل گناہ گار نہ ہونگے، چنانچہ وہ اپنی کتاب محلی میں لکھتے ہیں: فلو عرضت فرجها شیئا دون ان

تدخله حتى ينزل فيكره هذا ولا اثم فيه وكذلك الاستمناء للرجل سواء سواء ۔یعنی اگر کوئی عورت اپنی شرم گاہ کو کسی شے پر آڑھے رکھے مگر اس شے کو شرم گاہ میں داخل نہ کرے یہاں تک کہ اس کی منی نکل آئے تو یہ مکروہ تو ہے لیکن اس میں کوئی گناہ نہیں، ایسے ہی مرد کے لئے مشت زنی برابر برابر ہے ۔ابن حزم صاحب اس بارے میں مزید آگے لکھتے ہیں: لیس ذالک حراما اصلاً اور یہ بالکل حرام نہیں۔

(المحلی جلد ۱۱ ص ۳۹۲ دار الآفاق الجدیدہ بیروت)

البتہ غیر مقلد واہلحدیث فرقہ کی ایک دوسری مستند کتاب نزل الابرار میں لکھا ہے کہ آدمی خود تو مشت زنی نہیں کرسکتا البتہ اپنی بیگم سے مشت زنی کروانے کا اس کو اختیار ہے چنانچہ اس کتاب کے مصنف وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں: له الاستمناء بیدها لا استمناء بیده ۔یعنی شوہر کو اپنی بیگم کے ہاتھ سے مشت زنی جائز ہے جبکہ خود اپنے ہاتھ سے مشت زنی ناجائز ہے۔

(نزل الابرار من فقہ النبی المختار صفحہ ۶۶)

۳۔غیر مقلدین کے علامہ ابن حزم کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے تو شادی سے قبل وہ اس لڑکی کے جسم کے ہر ہر حصہ کو دیکھ سکتا ہے چنانچہ وہ اپنی کتاب المحلی میں لکھتے ہیں: مسألة ۱۸۸۱ : ومن أراد أن يتزوج امرأة حرة أو أمة فله أن ينظر منها متغفلا لها وغير متغفل إلى ما بطن منها وظهر ۔یعنی جو شخص کسی آزاد عورت یا لونڈی سے شادی کا ارادہ رکھتا ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اس عورت کے تمام باطنی اور ظاہری اعضاء کو دیکھے، خواہ اس عورت سے چھپ کر دیکھے یا بغیر چھپے۔

(المحلی جلد ۱۰ صفحہ ۳۰ دار الآفاق الجدیدہ بیروت)

غیر مقلدین کے بڑے مولوی امام داؤد ظاہری بھی اس بات کے قائل تھے کہ لڑکا شادی سے قبل

اُس لڑکی کو بالکل ننگا بھی دیکھ سکتا ہے جس سے وہ شادی کا ارادہ رکھتا ہے چنانچہ علامہ نووی، داؤد ظاہری کا قول نقل کرتے ہیں کہ: قال داؤ دینظر الی جمیع بدنھا۔ یعنی داؤد نے کہا کہ وہ اس کے تمام بدن کی طرف نظر کرسکتا ہے۔

(شرح النووی کتاب النکاح باب ندب نظر الی وجہ المرءۃ جلد ۹ صفحہ ۲۱۰ مطبوعہ احیاء التراث العربی)

۴۔ غیر مقلدین کی کتاب کنز الحقائق کے مطابق داڑھی والا مرد بھی عورت کا دودھ پی سکتا ہے حالانکہ جمہور کا اس بارے میں اختلاف ہے چنانچہ اس کتاب کے صفحہ ۶۷ پر ہے: ویجوز ارضاع الکبیر ولو کان ذالحیۃ لتجویز النظر خلافاللجمھور۔ یعنی عورت کو جائز ہے کہ وہ بڑے آدمی کو دودھ پلائے اگرچہ اس آدمی کی داڑھی ہو برخلاف جمہور کے۔ (کنز الحقائق صفحہ ۶۷ مصنف وحید الزماں) غیر مقلدین کے زبردست مناظر عبداللہ روپڑی بھی اس بات کے قائل ہیں کہ بچہ کے ساتھ ساتھ ہر شخص کو عورت کا دودھ پینے کی اجازت ہے کیونکہ اس کے حرام ہونے کی کوئی دلیل اہلحدیث فرقہ کو نہیں ملی چنانچہ اِن سے سوال ہوا کہ: کیا عورت کا دودھ پینا مطلقاً حرام ہے سوائے رضیع (شیر خوار بچہ) کے۔ اس کے جواب میں انہوں نے لکھا: حرام نہیں کہہ سکتے حرمت (حرام ہونے) کی کوئی دلیل نہیں ملی۔

(فتاوی اہلحدیث جلد ۲ صفحہ ۴۲۶ مطبوعہ سرگودھا)

نیز عبداللہ روپڑی کے نزدیک شوہر کو اگر دوائی کے لئے اپنی بیوی کے دودھ کی ضرورت پڑ جائے تو وہ اس کے دودھ کو استعمال کرسکتا ہے، اور اس کے علاوہ کاموں میں بھی ضرورت کے وقت بیوی کے دودھ کو استعمال کرسکتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں چنانچہ وہ اپنی کتاب فتاوی اہلحدیث میں لکھتے ہیں: خاوند اپنی بیوی کا دودھ نہ پیئے ہاں اگر دوا، وغیرہ کے لئے ضرورت ہو تو استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی اہلحدیث جلد ۲ صفحہ ۴۲۶ مطبوعہ سرگودھا)

۵۔ غیر مقلدین کی مشہور کتاب نزل الابرار من فقہ النبی المختار کے مطابق درج ذیل چیزیں بالکل پاک وصاف اور طیب ہیں: منی، تمام قسم کے خون سوائے حیض کے خون کے، عورت کی شرم گاہ کی رطوبت، شراب، حلال اور حرام جانوروں کا پیشاب، کتے اور خنزیر کا تھوک اور ان کا جوٹھا، کتے کا پیشاب اور پاخانہ۔ چنانچہ غیر مقلدین کے امام وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں: والمنی طاهر سواء كان رطبا اويابسا مغلظا اوغير مغلظ وغسله ازكى واولى وكذالك الدم غير دم الحيض وكذالك رطوبة الفرج وكذالك الخمروبول مايؤكل لحمه ومالايؤكل لحمه من الحيوانات واختلفوافى لعاب الكلب والخنزيروسورهاوالارجح طهارته وكذالك فى بول الكلب وخراءه والحق انه لادليل على النجاسة۔ یعنی منی خواہ تر ہو یا خشک سخت ہو یا غیر سخت پاک ہے البتہ اس کا دھونا ازکی واولی ہے ایسے ہی حیض کے علاوہ تمام خون ایسے ہی عورت کی شرم گاہ کی رطوبت ایسے ہی شراب اور حلال اور حرام جانوروں کا پیشاب پاک ہے، کتے اور خنزیر کے تھوک اور ان کے جوٹھے میں (اہلحدیث فرقہ) کا اختلاف ہے، البتہ زیادہ صحیح ان کی پاکیزگی ہی ہے، ایسے ہی کتے کے پیشاب اور اس کے پاخانہ کے بارے میں (اہلحدیثوں) کا اختلاف ہے، حق یہ ہے کہ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ (نزل الابرار صفحہ ۵۱)

۶۔ غیر مقلدین کے امام وحید الزماں کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی لونڈی کو خریدنا چاہے تو خریدنے سے قبل وہ اس کے جسم کی ہر ہر جگہ کو دیکھ سکتا ہے اور ان کے نزدیک اب تک مکہ معظمہ میں لونڈیوں کا بازار گرم ہے جہاں لونڈیاں بکتی ہیں چنانچہ وہ اپنی کتاب تیسیر الباری میں لکھتے ہیں: عطاء بن ابی رباح نے ان لونڈیوں پر نظر ڈالنا جو مکہ میں بکا کرتی ہیں مکروہ رکھا ہے مگر جب خریدنے کا ارادہ ہو۔ اس قول پر وحید الزماں صاحب نے یہ حاشیہ لگایا تو خریدنے والے کو اس

(لونڈی) کا ہر ایک عضو دیکھنا درست ہے اب تک مکہ میں سوق الجواری قائم ہے جہاں لونڈیاں بکتی ہیں۔ (تیسیر الباری شرح صحیح بخاری صفحہ ۱۵۳ جلد ۸ تاج کمپنی)

۷۔ بعض غیر مقلدین، شیعہ حضرات کی طرح متعہ (کنجری بازی) کے بھی قائل ہیں، جب کہ اہلحدیثوں کے محققین کا یہ مذہب ہے کہ متعہ ضرورت اور سفر کے موقع پر بالکل جائز ہے چنانچہ اہلحدیثوں کی مایہ ناز کتاب نزل الابرار میں ہے: کذالک بعض اصحابنا فی نکاح المتعة فجوزوها۔ یعنی اسی طرح ہمارے بعض (اہلحدیث) حضرات نے متعہ کو جائز قرار دیا ہے۔ اس کتاب کے مصنف متعہ کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ: و بالجملة القول بتحریم المتعة لایخلوعن اشکال و شبهة التحلیل لم ترفع الی الآن۔ یعنی اور بالجملہ متعہ کے حرام ہونے کا قول اشکال سے خالی نہیں اور متعہ کے حلال ہونے کا شبہ اب تک نہیں اٹھایا جاسکا، مزید آگے لکھتے ہیں: قال الحافظ والاجود ما ذهب الیه جماعة من المحققین انها لم تحل قط فی حالة الحضر و الرفاهیة بل فی حال السفر و الحاجة۔ یعنی حافظ نے کہا کہ بہتر وہ ہے جس کی طرف محققین کی جماعت گئی ہے کہ متعہ حالت حضر اور حالت اعتدال میں نہیں بلکہ حالت سفر اور حاجت کے وقت حلال ہے۔

(نزل الابرار صفحہ ۳۳ تا ۳۵)

۸۔ غیر مقلدین کے نزدیک بکری اور بکرے کے تمام اعضاء کھا سکتے ہیں یہاں تک کہ اس کی فرج (شرم گاہ)، کپورے، غدود، مثانہ، پتا، عضو تناسل بھی کھا سکتے ہیں جب کہ حنفی ان چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں چنانچہ غیر مقلدین کے مایہ ناز عالم و پیشواء وحید الزماں نے لکھا: و لاشیٔ یکره من اعضاء الشاة، و کرهت الاحناف سبعة الفرج و الخصیة، و الغدة، و المثانة و المرارة و الذکر و الدم المسفوح۔ یعنی بکری کے اعضاء میں سے کوئی شے مکروہ نہیں جبکہ

حنفی سات اعضاء کو مکروہ (تحریمی و حرام) قرار دیتے ہیں شرم گاہ، کپورے، غدود، مثانہ، پتا، عضو تناسل، دم مسفوح۔ (نزل الابرار صفحہ ۱۴۷) کم وبیش یہی بات غیر مقلدین کی مستند کتاب کنز الحقائق من فقہ خیر الخلائق کے صفحہ ۲۳۴ پر لکھی ہے۔

۹۔اہل حدیث فرقہ کے نزدیک سمندری کتا، سمندری خنزیر، سمندری انسان، سمندری سانپ، گدھ، کوا، چمگادڑ، بجو، چنڈول، کھانا جائز ہے، چنانچہ ان کی کتاب کنز الحقائق من فقہ خیر الخلائق میں ہے: فمیتة البحر حلال ۔یعنی سمندر کا مردار حلال ہے۔ آگے لکھتے ہیں: سواء کان سمکا اوبقرا اوغنما او کلبا او خنزیرا او انسانا بحریا او کوسجا او مار ماهی، والجریث، یحل اکله بلا ذبح ۔یعنی خواہ وہ مچھلی ہو یا گائے یا بکری یا کتا یا خنزیر، سمندری انسان یا آرہ ناک مچھلی یا مار ماہی یا جریث، ان کا کھانا بغیر ذبح کے جائز ہے۔ آگے لکھتے ہیں اما حیات البحر التی لاتبقی حیة فی البر فهی حلال ۔یعنی سمند کے سانپ جو خشکی میں زندہ نہیں رہ پاتے تو یہ حلال ہیں۔ آگے کچھ حرام جانوروں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ویحل ماسواها من ذوات القوائم والطیور وحشرات الارض کو برونسرو... وغراب وخفاش... وقنفذو... وضبع...وقبرة...۔

یعنی ان کے ماسوا تمام چوپائے اور پرندے اور کیڑے مکوڑے حلال ہیں، جیسے وبر، گدھ، کوا، چمگادڑ، چوہا، بجو اور چنڈول۔ (کنز الحقائق صفحہ ۱۸۵ تا ۱۸۶)

دعوت فکر: مسلمانوں غور کرو کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے عضو تناسل اور پخانے کے سوراخ کے علاوہ کچھ نہ چھپاؤ، اپنی عورتوں کے پستانوں سے دودھ پیو اور دوستوں یاروں کو بھی پلاؤ، اپنی بچیوں کا جو رشتہ بھیجے اس کے آگے اپنی لڑکیوں کو ننگا بٹھاؤ، خود مشت زنی کرو اور اپنی بیویوں سے بھی کرواؤ، کنجری بازی (متعہ) خود بھی کرو اور اپنی عورتوں سے بھی کرواؤ، لونڈیوں کو سرِ بازار خریدتے

ہوئے ان کو ننگا دیکھو، جانور کے عضو تناسل اور پاخانے کی جگہ، سمندری سانپ، سمندری خنزیر، سمندری انسان، گدھ، کوا، چمگادڑ، وغیرہ سب کھاجاؤ، منی، تمام قسم کے خون سوائے حیض کے خون کے، عورت کی شرم گاہ کی رطوبت، شراب، حلال اور حرام جانوروں کا پیشاب، کتے اور خنزیر کا تھوک اوران کا جوٹھا، کتے کا پیشاب اور پاخانہ سب کو پاک وصاف سمجھو، نعوذ باللہ، اسلام ہرگز ہمیں یہ تعلیم نہیں دیتا، لہٰذا اہلحدیث فرقہ سے دور رہیں، اور اپنی اولاد اور دوسرے مسلمانوں کو بھی بچائیں کیونکہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ والہ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا: ثم يكون في آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤكم فإياكم وإياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم ۔ پھر آخری زمانہ میں کچھ کذاب جھوٹے لوگ ہوں گے، تم سے وہ باتیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ تمہارے باپ داداؤں نے سنی ہوں گی، پس ان سے دور رہنا ان سے ہوشیار رہنا کہیں یہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں یہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

(صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۱۲ مطبوعہ احیاء التراث العربی بیروت)

بھگوان، دیوتا اور غیر مقلدین

مولانا عرفان رضوی مدنی حفظہ اللہ

ویسے تو ہندو ۳۳ کروڑ دیوتاؤں (خداؤں) کے قائل ہیں لیکن ان کے تین بڑے دیوتا مشہور ہیں جنکا نام ''برھما، وشنو، اور شیو ہے، آپ نے صرف ہندوؤں اور مشرکوں کے مذہب میں ہی دیوتاؤں کا تصور پڑھا اور سنا ہوگا لیکن یہ سن کر آپ کو حیرت ہوگی کہ اہل حدیث فرقہ بھی ہندوؤں کی طرح دیوتاؤں اور بھگوانوں کا قائل ہے، تعجب ہوتا ہے کہ یہ فرقہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ شرک کا دشمن اور توحید کا علمبردار قرار دیتا ہے لیکن ان کی تصویر کے دوسرے رخ نے توحید اور اسلام کی بنیادوں کو ختم کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی اور اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ اہل حدیث فرقہ کی جڑیں بالآخر اہل شرک و ہنود کے دھرم سے جا ملتی ہیں، قارئین آنے والے حوالہ جات سے خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔

اہلحدیث فرقہ کا پہلا دیوتا: شریف گھڑیالوی کو اہل حدیث فرقہ دیوتا کا مقام و مرتبہ دیتا ہے، شریف گھڑیالوی ایک عرصہ تک صوبہ پنجاب کی جماعت اہل حدیث کا امیر رہا اور اسی عہدہ پر اس کی موت ہوئی، اس کو دیوتا قرار دیتے ہوئے وہابیوں کے زبردست عالم و مؤرخ اسحاق بھٹی نے لکھا: ''سکھوں اور ہندوؤں نے اس مرد مؤمن (شریف گھڑیالوی) کو دیوتا قرار دیا اور بالکل صحیح قرار دیا''۔ (کاروان سلف صفحہ ۵۵ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

قارئین کرام دیکھا آپ نے! کتنی بے باکی کے ساتھ اپنے وہابی عالم کو دیوتا قرار دیا جا رہا ہے،

شاید ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کسی نے کہا ہے کہ:

نجدی باعثِ رسوائی پیغمبر ہیں ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوں گر ہیں
تھا ابراہیم پدر اور پسر آزر ہیں بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
فرقہ بھی نیا، بت بھی نئے دیوتا بھی نئے بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے

اہلحدیث فرقہ کا دوسرا دیوتا: قاضی محمد سلیمان منصور پوری، سکھ ریاست پٹیالہ کا سیشن جج اور اہل حدیث فرقہ کا زبردست سیرت نگار تھا، اس کے مرنے کے بعد اہل حدیث فرقہ نے اس کے حالاتِ زندگی قلمبند کئے، اہل حدیث فرقہ کا ایک دیوتا سے دل نہ بھرا تو شریف گھڑیالوی کی طرح قاضی سلیمان کو بھی دیوتا قرار دے دیا، چنانچہ وہابیوں کے مایہ ناز مؤرخ اسحاق بھٹی نے اپنی کتاب تذکرہ قاضی محمد سلیمان میں لکھا:

غازی (محمود وہابی) صاحب لکھتے ہیں: قاضی محمد سلیمان منصور پوری سیشن جج پٹیالہ عالم اجسام کے دیوتاؤں میں سے ایک زندہ دیوتا تھے۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ ۲۰۸ مطبوعہ مکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور)

اہلحدیث فرقہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ اور ہندوؤں کے بے ہودہ دیوتا "پرماتما" کے درمیان کوئی فرق نہیں: ہندو اپنے دیوتاؤں میں سے ایک دیوتا کو "پرماتما" یا "ایشور" کہتے ہیں، ہندوؤں کے نزدیک اِن کے اِس خدا کی عجیب وغریب صفات ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ دن اور رات، ایشور (پرماتما) کی دو بغلیں ہیں، سورج اور چاند اس کی دو آنکھیں ہیں، سورج کی دھوپ اور بجلی کی چمک یہ دونوں ایشور (پرماتما) کے ہونٹ ہیں اور سورج اور چاند کے درمیان جو خلا ہے وہ اس کا منہ ہے۔ نیز ہندوؤں کے نزدیک ان کا یہ خدا، چوری کرتا بھی ہے اور کرواتا بھی ہے، اور جوے (قمار بازی) سے تو اتنا خوش ہو جاتا ہے کہ یہ خوشی اس کو بالکل بدمست کر دیتی ہے۔ پرماتما

کی ان تمام صفات کو وہابی مولوی عبدالمجید سوہدروی نے اپنی کتاب سیرت ثنائی میں وہابی مناظر ثناء اللہ امرتسری کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

(ملخصاً سیرت ثنائی صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

قارئین کرام نے اندازہ لگالیا ہوگا کہ ہندوؤں کا پرماتما اور ایشور نامی خدا کس قدر کمینی صفات کا حامل اور کس قدر گندی حرکتوں کا مرتکب ہے، لیکن آپ یہ سن کر سکتہ میں آجائیں گے کہ اہل حدیث فرقہ کے نزدیک پرماتما اور اللہ تعالی میں کوئی فرق نہیں، ان کے نزدیک ہندو، اللہ کو پرماتما کے نام سے ہی مان رہے ہیں، چنانچہ غیر مقلدین کے مولوی قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے اس راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھا:

"انہیں (یعنی ہندوؤں کو) یہی سمجھانا ہے کہ تم اپنے تئیں "اللہ واحد" کو "پرماتما" کے نام سے مانتے ہو"۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ ۲۹۰ مطبوعہ مکتبۃ السّلفیہ شیش محل روڈ لاہور)

کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے
ہونکو نام جو ایماں کی تجارت کر کے

اہل حدیث فرقہ کے نزدیک ہندوؤں کے بھگوان، نبی اور ہادی ہیں:

ہندو، لاکھوں کروڑوں بتوں کو بھگوان سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے ان کو کافر اور مشرک قرار دیا جاتا ہے، اہل حدیث فرقہ کو ان بھگوانوں سے کس قدر محبت ہے اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگایئے کہ ہندوؤں نے تو اِن بھگوانوں کو خدا مان لیا، اہل حدیث فرقہ نے ان بھگوانوں کو ہادی اور نبی مان لیا، نعوذ باللہ من ذالک، چنانچہ اپنے اس عقیدہ کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے اہل حدیث فرقہ کے مولوی اسحاق بھٹی نے، اپنے فرقہ کے سیرت نگار قاضی محمد سلیمان کے حوالہ سے اس طرح نقل کیا:

''جن بھگوانوں کی ہستی کو تاریخ ثابت کردے انہیں ہادی (یا نبی) مان لو''۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ ۲۹۱ مطبوعہ مکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور)

ان کو بغض نبی نے ہر بند سے آزاد کیا   لا کے کعبہ سے صنم خانہ میں آباد کیا

نیز غیر مقلدین کے ہندوؤں کے دیوتا اور بھگوان مثلاً رام چندر، لکچھ من، کرشن، بدھا وغیرہ کی نبوت کا انکار درست نہیں نعوذ باللہ تعالی.

تفصیل کے لئے دیکھئے اہل حدیث فرقہ کی مشہور و معروف کتاب ھدیۃ المھدی من الفقہ المحمدی صفحہ ۸۵ مصنف وحید الزماں وہابی

اہل حدیث فرقہ کے نزدیک وہابی مولوی اللہ سے لڑ کر اپنی بات منوا لیتے ہیں:

اللہ تعالی کے پاس سب سے زیادہ طاقت اور قوت ہے، غیر اللہ میں سے کوئی بھی اللہ تعالی کے مقابلہ میں نہ اپنی طاقت دکھا سکتا ہے نہ اس زبردست قوت والے رب سے لڑ سکتا ہے اور نہ اس سے زور زبردستی سے اپنی بات منوا سکتا ہے، لیکن اہلحدیث فرقہ کا ایک مولوی ایسا بھی ہے جس کے متعلق اہلحدیث مذہب کے ماننے والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ اللہ تعالی سے لڑ بھی لیتا تھا اور اپنی بات بھی منوا لیتا تھا، اس مولوی کو یہ لوگ مجاہد اسلام صوفی محمد عبداللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں، چنانچہ وہابیوں کے مؤرخ اسحاق بھٹی نے صوفی محمد عبداللہ کے متعلق اپنے فرقہ کا عقیدہ ظاہر کرتے ہوئے لکھا: مولانا احمد الدین گکھڑوی نے فرمایا: ''صوفی عبداللہ تو خدا سے لڑ کر بات منوا لیتا ط ہے''۔ (صوفی محمد عبداللہ صفحہ ۳۹۲ مطبوعہ شاکرین شیش محل لاہور)

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے   دیکھ اڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا

اہل حدیث فرقہ کے نزدیک اللہ، انسانی شکل میں دنیا میں آ کر خدا نہ رہے گا::

ہندوؤں کے نزدیک ان کے دیوتا اور بھگوان انسانی شکل میں دنیا کے اندر آ سکتے ہیں،

اور دنیا میں اپنی کارستانیاں دکھا سکتے ہیں، وہابی بھی بالکل یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی انسانی شکل میں دنیا میں آسکتا ہے، حیرت بالائے حیرت یہ کہ ہندوؤں کے نزدیک ان کا خدا، اگر دنیا میں آجائے تو وہ پھر بھی انکے نزدیک خدا ہی رہتا ہے، لیکن وہابیوں کے نزدیک جب اللہ، انسانی شکل میں دنیا میں آئے گا تو وہ خدا ہی نہیں رہے گا۔ چنانچہ اہل حدیث فرقہ کے زبردست مولوی ڈاکٹر ذاکر نائک نے کہا:

"خدا اگر چاہے تو انسانی شکل وصورت میں آسکتا ہے مگر جونہی وہ انسانی پیکر میں ظاہر ہوگا وہ خدا نہیں رہے گا اور خدا کے مرتبہ اور منصب سے معزول ہو جائے گا"۔

(خطبات ذاکر نائک ۱ صفحہ ۶۷ مطبوعہ مونال پبلی کیشنز، راولپنڈی)

اہل حدیث فرقہ کی کرشن دیوتا کی جنم اشٹمی میں شرکت:

ہندوؤں کے ایک دیوتا کا نام کرشن ہے، ہندو اپنے اس خدا کی پیدائش کا جنم دن مناتے ہیں، کوئی مسلمان یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ ان کی اس شرکیہ اور کفریہ رسم میں عقیدت اور احترام کے شرکت کرے، لیکن ایک دفعہ ریاست پٹیالہ میں جب ہندوؤں نے اپنے مذکورہ دیوتا کی جنم اشٹمی (سالگرہ) منائی تو اہلحدیث فرقہ کے عالم و پیشوا سلیمان منصور پوری کو بھی اس میں مدعو کیا، سلیمان صاحب نے اس میں بڑی دلچسپی سے شرکت کی اور اس میں ایک زوردار تقریر بھی کی جس میں ہندوؤں کو ان کے مذہب کے متعلق وہ معلومات دیں کہ خود ہندو حیران ہو گئے چنانچہ اسحاق وہابی نے اس بات کا انکشاف کرتے ہوئے لکھا:

"ایک مرتبہ ریاست پٹیالہ میں کرشن جی مہاراج کی جنم اشٹمی پر ہندوؤں نے جلسہ کیا۔ قاضی صاحب کو بھی شرکت و تقریر کی دعوت دی قاضی صاحب نے اس جلسے میں جو تقریر کی ہندو اس سے بہت متاثر ہوئے وہ حیران تھے کہ اس موضوع سے متعلق اتنی معلومات انہیں کہاں

سے حاصل ہوئیں وہ تقریر اس دور کے ہندوؤں کے کئی رسائل وجرائد میں شائع ہوئی۔ بہت سے تعلیم یافتہ ہندو پوچھتے تھے کہ قاضی صاحب نے یہ نادر معلومات کہاں سے حاصل کیں''۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ مکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور)

قارئین غور فرمائیں کہ یہ وہی وہابی ہیں جو نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وبارک وسلم کی پیدائش کے دن خوشی، جلسے، اور جلوس پر بدعت اور شرک کے فتوے لگا دیتے ہیں، لیکن جب اپنے ہندو، دوستوں کی باری آئی تو یہ کفر اور شرک کے سارے فتوے سب ایک طرف رہ گئے اور کرشن کی جنم اشٹمی سب جائز ہوگئی۔

اہل حدیث فرقہ کی ہندوؤں کے شرکیہ تہوار دیوالی میں شرکت:

ہندوؤں کے ایک مذھبی تہوار کا نام دیوالی ہے جس میں وہ زبردست شرکیہ رسومات سرانجام دیتے ہیں، کوئی مسلمان اس میں شرکت کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا لیکن اہلحدیث فرقہ کے امام وپیشواء ثناء اللہ امرتسری نے نہ صرف اس میں شرکت کی بلکہ اس کو مبارک دن قرار دیا نیز ہندوؤں کو جوا کھیلنے کی زبردست ترغیب بھی دلائی، چنانچہ عبدالمجید وہابی نے اس بات کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے لکھا:

''ایک روز دیوالی کے روز ہندوؤں نے جلسہ کیا اسے دیکھنے کے لئے آپ بھی تشریف لے گئے اہل ہنود نے آپ کی آمد پر مسرت کا اظہار کیا اور اسٹیج پر آپ کو عزت سے بٹھایا اس جلسے میں بہت سے ہندوؤں نے دیوالی کی فضیلت پر تقریریں کیں جب آپ سے درخواست کی گئی کہ اس تہوار پر کچھ ارشاد فرمائیں تو آپ نے کہا: چونکہ اس مبارک دن میں جوا کھیلنے کو بہت سراہا گیا ہے اس لئے اہل ہنود کو چاہئے کہ وہ پھلوں سے جوا کھیلا کریں کیونکہ ایسے پھل آپ کے ایشور اور پرماتما کو بہت بھاتے ہیں''۔۔۔الخ (سیرت ثنائی صفحہ ۲۳۰ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

لاحول ولاقوۃ الاباللہ قارئین کرام! دیکھ لیا آپ نے! کس قدر پرجوش انداز میں ہندو مذہب سے لگاؤ کا اظہار کیا جارہا ہے، وہابی کہتے ہیں کہ ہندو اس موقع پر شرمندہ ہو رہے تھے، راقم الحروف کے نزدیک یہ بات درست نہیں، کیونکہ جب ثناء اللہ نے ہندو مذہب کے موافق باتیں کیں تو ہندو اس موقع پر دل ہی دل میں کہہ رہے ہونگے کہ ارے ثناء اللہ صاحب تو اپنے ہی آدمی نکلے وہابی ایسے ہی ان کو اپنا عالم سمجھتے ہیں۔

ہندوؤں سے وہابیوں کی محبت اور پرتپاک انداز میں ان کا استقبال:

مشرکوں، دین کے دشمنوں سے دوستی اور محبت نہیں کرنی چاہئے اور نہ ان کی تعظیم کرنی چاہئے، جو لوگ ان سے محبت کرتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں اللہ تعالی نے سورۃ الممتحنہ میں ان پر عتاب و ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے لیکن غیر مقلدین کو دین کے دشمنوں اور اہل شرک سے بڑی محبت ہے، چنانچہ عبدالمجید وہابی نے ثناء اللہ وہابی کے متعلق لکھا:

”کسی مذہبی تہوار کے دن چند ہندو ماتھے پر تلک لگائے آپ کی خدمت میں سلام کی غرض سے حاضر ہوئے اس وقت آپ کے پاس بہت سے مسلمان بیٹھے تھے مولانا نے ہندوؤں کو دیکھا تو پرتپاک اور محبت سے ملے مزاج پرسی کی“

(سیرت ثنائی صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

ہندوؤں کے منعقدہ جلسہ کی صدارت کے لئے اہل حدیث مولوی نے پنڈت نہرو کو تیار کیا:

ہندوؤں نے عالمی بین المذاہب کانفرنس کا انعقاد کیا، ہندوؤں کی خواہش تھی اس مذہبی کانفرنس کی صدارت ہمارے پنڈت جواہر لعل نہرو کریں لیکن پنڈت کو اس کی صدارت کے لئے راضی کرنا بڑا مشکل کام تھا اور اس مشکل کام کو اہل حدیث فرقہ کے زبردست عالم صوفی نذیر احمد نے آسان کر دیا، یہ وہابی صوفی صاحب بنفس نفیس ہندوؤں کے ساتھ

ملکر پنڈت کے گھر گئے اور اس کو راضی کرنے میں کامیاب ہو گئے، ہندو اس کارنامے سے اس قدر خوش ہوئے کہ صوفی صاحب کو بارہ گلاس لسی کے ایک وقت میں پلا دیئے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے وہابیوں کی مایہ ناز کتاب ''گزر گئی گزران'' صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۴، مصنف اسحاق بھٹی وہابی مطبوعہ ادارہ نشریات لاہور''

اہل حدیث فرقہ نے اپنے جلسہ میں ہندو لیڈر سے تقریر کروائی:

۱۹۴۵ کا مشہور ہندو لیڈر، جس کو ہندو جے پرکاش نارائن کے نام سے یاد کرتے ہیں جب پنجاب آیا تو وہابیوں نے اس کو فرید کوٹ میں تقریر کی دعوت دی، وہابیوں نے بہت بڑا جلسہ منعقد کیا اور لوگوں کو اپنے ممدوح ''جے پرکاش نارائن'' کی تقریر سنوا کر ہندوؤں سے زبردست محبت کا ثبوت پیش کیا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے وہابی کی مایہ ناز کتاب ''گزر گئی گزران'' صفحہ ۳۹۲ تا ۳۹۳، مصنف اسحاق بھٹی وہابی مطبوعہ ادارہ نشریات لاہور''۔

ہولی کے دیے توڑنے پر اہل حدیث فرقہ کی ناراضگی:

ہندو اپنے دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے اپنے مذہبی تہوار ''ہولی'' کے موقع پر دِیے (چراغ) روشن کرتے ہیں، ایک دفعہ کچھ بچوں نے وہ دِیے (چراغ) توڑ دیے تو ہندوؤں کو برا لگا ہو یا نہ لگا ہو، لیکن اہلحدیث فرقہ کو یہ فعل اتنا برا لگا کہ ان کے مولوی عبدالقادر حصاری نے اِن بچوں کو سخت سزا دی، ان کے کان پکڑوائے اور ان کے سر بھی منڈوا دئے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے وہابیوں کی مشہور کتاب کاروان سلف صفحہ ۲۳۹ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد مصنف اسحاق بھٹی وہابی

اہل حدیث فرقہ کا، گائے کے پیشاب کو پاک سمجھنا:

ہندو مذہب میں گائے کی بڑی عزت ہے اور وہ اس کو ''ماتا'' مانتے ہیں اور اس کے

پیشاب کو بالکل پاک سمجھتے ہیں، اہل حدیث فرقہ اس معاملہ میں بھی ہندوؤں سے کئی قدم آگے ہے، ان کے نزدیک گائے کے پیشاب کے ساتھ ساتھ تمام حرام جانوروں کا پیشاب، کتے اور خنزیر کا تھوک اور ان کا جوٹھا، کتے کا پیشاب اور پاخانہ، منی، تمام قسم کے خون سوائے حیض کے خون کے، عورت کی شرم گاہ کی رطوبت وغیرہ سب پاک ہیں۔

تفصیل کے لئے پڑھئے وہابیوں کی مستند کتاب نزل الابرار صفحہ ۴۹ ، ۵۰ حصہ وجلد ا مصنف وحید الزماں وہابی مطبوعہ سعید المطابع بنارس ہند

اہل حدیث کے نزدیک گستاخ رسول کو عزت سے پکارا جائے:

ایک اسلام دشمن ہندو، جس کا نام ”دیانند“ تھا، اس خبیث کافر نے قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وبارک وسلم کی شان اقدس پر حملے کئے تھے اور اس بارے میں ایک کتاب بھی لکھی تھی جس کا نام ستیارتھ پرکاش تھا، اسی وجہ سے ہندو اسکے نام کے دائیں، بائیں تعظیمی القابات لگاتے تھے مثلاً سوامی جی وغیرہ، یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وبارک وسلم کا نام مبارک انتہائی بے باکی اور گستاخانہ انداز میں لیا کرتا تھا، لیکن اہل حدیث فرقہ اس کے باوجود اس گستاخ رسول کو ہندوؤں کی طرح تعظیمی القابات سے پکارتا اور لکھتا تھا، اور کہتا تھا کہ اسلام ہمیں یہی سکھاتا ہے، اہل حدیث فرقہ کی گستاخ رسول شخص کے ساتھ یہ محبت اس بات کا ثبوت دیتی ہے کہ اندر سے معاملہ کچھ اور ہے، نیز اسلام ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ گستاخ رسول واجب القتل ہے لیکن اہل حدیث فرقہ کے نزدیک اس کی تعظیم کی جائے گی، نیز ابو جہل کا اصل نام عمر بن ہشام تھا اور لوگ اس کو عزت سے ابوالحکم کہتے تھے لیکن مسلمانوں نے اس کا نام ابو جہل رکھ دیا جو سخت معیوب اور قبیح تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وبارک وسلم کا گستاخ تھا اور دین کا زبردست دشمن تھا، لیکن اہل حدیث فرقہ کا اپنا ہی ایک مذہب ہے چنانچہ

وہابیوں کے سب سے بڑے مناظر ثناء اللہ نے کہا کہ:

''سوامی بڑی عزت کا لفظ ہے آریہ سماجی (دیانند) ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ و بارک وسلم کا نام صرف محمد لکھتے ہیں اور مفرد کے صیغہ سے بیان کرتے ہیں مثلاً لکھتے ہیں ''محمد پیدا ہوا، محمد کہتا تھا'' جو ایک ادنی درجہ کے لوگوں کیلئے ہیں مگر ہم ان کے گرو (پیشوا دیانند) کو عزت ہی سے یاد کریں گے کیونکہ اسلام کا ہم کو یہی حکم ہے۔

(حق پرکاش صفحہ ۱۴ دیباچہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

قارئین کرام: وہ فرقہ جو دیوتاؤں کا قائل ہو، ہندوؤں کے بے ہودہ خدا پرماتما اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کسی فرق کا قائل نہ ہو، ہندوؤں کے بھگوانوں کو ہادی اور نبی مانتا ہو، اپنے مولوی کو خدا سے لڑنے والا قرار دیتا ہو، ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق خدا کا انسانی شکل میں آنا درست جانتا ہو، خدا کے ختم ہو جانے کا قائل ہو، ہندوؤں کے شرکیہ میلوں ٹھیلوں میں شرکت کرتا اور ان کو اپنے جلسوں میں بلوا کر تقریر کرواتا ہو، ہولی کے دیے توڑنے پر ناراضگی کا اظہار کرتا ہو، پیشاب کو پاک قرار دیتا ہو، اور گستاخ رسول کو عزت سے یاد کرتا ہو، کیا وہ حق پر ہو سکتا ہے، فیصلہ آپ خود فرمالیں۔

یزید پلید کو جنتی کہنے والوں کو دعوتِ فکر (وہابی مولوی کا فتویٰ)

غیر مقلدین (یزیدی ٹولہ) اپنے محبوب یزید پلید کو جنتی ثابت کرنے کے لئے حدیث قسطنطنیہ کا سہارا لیتے ہیں ایسے لوگوں کی جہالت کی قلعی غیر مقلد نام نہاد محدث مولوی زبیر علی زئی نے یوں کھولی ہے چنانچہ لکھتا ہے:

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں قسطنطنیہ پر صیفی (گرمیوں والے) اور شتائی (سردیوں والے) حملے شعبان ۴۸ھ تا ربیع الثانی ۵۲ھ تک تقریباً سولہ حملے ہوئے تھے۔ آخری حملے میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تھے۔ اس غزوے میں یزید بن معاویہ بن ابی سفیان موجود تھا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یزید کا اول جیش میں موجود ہونا ثابت نہیں ہے لہذا وہ اس حدیث کے عموم میں شامل نہیں ہے۔

(فتاویٰ علمیہ المعروف توضیح الاحکام، ج ۲، ص ۴۸۵، مکتبہ اسلامیہ)

تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی کیفیت

مناظرِ اہلسنت قاری محمد ارشد مسعود اشرف چشتی رضوی حفظہ اللہ

نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں؟

اس پرفتن دور میں بعض ناعاقبت اندیش قسم کے لوگوں نے اس مسئلہ کو بھی اتنا طول دے دیا ہے کہ اس کی وجہ سے مسلمانوں کی نمازوں کو بیکار ثابت کرنے کی سعی لاحاصل شروع کر دی ہے، بعض نے بعض کے طریقہ کو سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مخالف قرار دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔

خاص کر دورِ حاضر میں غیر مقلدین اس مسئلہ کو اپنی کتابوں میں بیان کرتے ہوئے احناف کے طریقہ کو خلافِ سنّت قرار دیتے ہیں، اور یہ بات باور کروانے کی کوشش کرتے ہیں کہ احناف کثرھم اللہ تعالیٰ کا طریقہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہے، نعوذ باللہ من ذلک۔

آیئے! سب سے پہلے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کی حیثیت کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

اجتمعت الأمة على استحباب رفع اليدين في تكبيرة الاحرام ....“

یعنی ”تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرنے کے استحباب پر تمام اُمت کا اجماع ہے“

(شرح صحیح مسلم ١٦٨/١ ،قدیمی کتب خانہ کراچی ، والمجموع شرح المهذب ٣٧٠/٤ ،دار الكتب العلمية ، بيروت ، وذكره الحافظ في فتح الباري

بشرح صحيح البخاری ۱/۶۰۴، بيت الافكار الدولية)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ سے محمد بن خلیفہ وشتانی اُبی مالکی نے اپنی صحیح مسلم کی شرح "اِکمال اِکمال المعلّم ۲/۵۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت میں اسی بات کو بیان فرمایا ہے۔

امام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

"لا نعلم خلافا في استحباب رفع اليدين عند افتتاح الصلاة، وقال ابن المنذر: لا يختلف أهل العلم في أن النبي ﷺ كان يرفع يديه اذا افتتح الصلاة .."

"یعنی نماز کے شروع میں رفع الیدین کے استحباب پر مخالفت کو ہم نہیں جانتے اور ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بے شک نبی اکرم ﷺ کے ابتدائے نماز میں رفع الیدین کرنے میں اہل علم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

(المغنى ويليه الشرح الكبير ۱۷/۲، دار الحديث القاهرة)

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرنے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے، مگر اس کی حیثیت میں دو قول ہیں جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرنا واجب ہے، اور یہ قول داود ظاہری، اس کے بعض اصحاب اور احمد بن سیار مروزی شافعی وغیرہم کا ہے۔

امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"كل من نقل عنه الايجاب لا يبطل الصلاة بتركه الا في رواية عن الأوزاعي والحميدي"

یعنی وہ لوگ جو وجوب کے قائل ہیں ان کے نزدیک ترک رفع الیدین سے نماز باطل نہیں ہوتی مگر ایک روایت میں اوزاعی اور حمیدی سے۔

(فتح الباري، باب رفع اليدين في التكبيرة الأولى مع الافتتاح سواء، ۱/۶۰۴)

جبکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اصحاب میں سے ابوالحسن احمد بن سیار مروزی کا "وجوب اور یہ کہ جو تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین نہ کرے اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی" قول نقل کیا اور اس کو پہلے اجماع کے انعقاد کی وجہ سے مردود قرار دیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

"وهذا الذي قاله مردود باجماع من قبله"

(المجموع شرح المهذب ،باب صفة الصلاة، ۳۷۰/۳)

مگر جمہور محدثین وفقہاء اور علمائے ملتِ اسلامیہ کا قول ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کرنا سنت ہے، اور یہی قول امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور مشہور روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم فقہاء ومحدثین کا ہے۔

اب ہم تکبیر تحریمہ کے وقت رفع الیدین کی کیفیت وطریقہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں جس میں سب سے پہلے ہم وہ احادیث ذکر کریں گے جن میں اس مسئلہ کا بیان ہے، اور ساتھ ساتھ بعض لوگوں کے اعتراضات پر بھی گفتگو ہوگی۔

کندھوں تک ہاتھ اٹھانا

عن سالم عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع يديه حتى يحاذي منكبيه ....(الحديث)

(صحيح مسلم، كتاب الصلاة ، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين ١/ ١٦٨ ، لفظله ،وصحيح بخارى ، كتاب الأذان ١ / ١٠٢ ،وموطا امام مالک ، باب افتتاح الصلاة، ٦٦ .٦٧ ،دار الجيل بيروت ،وسنن ابو داود ، كتاب الصلاة ، حديث(٧٢١)،دار ابن حزم بيروت ،و سنن ابن ماجه ، كتاب الصلاة ،حديث (٨٥٨)،دار ابن حزم بيروت ،وسنن ترمذی ، كتاب الصلاة ،حديث

(۲۵۵)، دار ابن حزم بیروت، وسنن نسائی، کتاب الافتتاح، حدیث (۸۷۸۔۸۷۹۔۸۸۰)، دار ابن حزم بیروت، وغیرھم)

اس بارے میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ [سنن الکبری بیہقی ۲/۲۴]

حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ [صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۵۹] المکتب الاسلامی ۲۰۰۳ء۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ [مسند ابوحنیفہ، روایۃ ابی نعیم ۱۵۶] مکتبۃ الکوثر الریاض۔

ایک غیر مقلد لکھتا ہے

محدثین کرام کے نزدیک نمازی مرد ہو یا عورت تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں اور کانوں تک اٹھانا دونوں طرح سنت ہیں۔ جس کی دلیل حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حسبِ ذیل روایت ہے کہ رایت النبی ﷺ افتتح التکبیر فی الصلوۃ فرفع یدیہ حین یکبر یجعلھما حذو منکبیہ (الحدیث) (بخاری ص ۱۰۲ و مسلم ج ۱، ص ۱۶۸) میں نے نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا آپ ﷺ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے تھے (انتھی) یہ حدیث متواتر ہے جس کی ضروری تفصیل مسئلہ رفع الیدین میں آگے آرہی ہے۔ مذکورہ حدیث صحیح کا مفاد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے کندھوں تک ہاتھ اٹھانا ثابت ہے۔

(دین الحق بجواب جاء الحق صفحہ ۲۰۴ جلد ۱، طبع اول و دوم)

اپنی اس کتاب میں غیر مقلد نے جگہ جگہ بعض کتابت اور پروف ریڈنگ کی اغلاط کی وجہ سے مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ کو خائن لکھا ہے، ملاحظہ فرمائیں لکھتا ہے:

☆ ''۔۔۔اس میں مفتی صاحب نے چار عظیم خیانتیں کی ہیں۔ اولاً حیال کو بحیال کر دیا۔ ثانیاً اذنیہ کو منکبیہ بنا دیا۔ ثالثاً خط کشیدہ الفاظ درج ہی نہیں کیے۔ رابعاً و حاذی بابھامیہ کے الفاظ کو اپنی طرف سے روایت میں داخل کر دیا۔ انا للہ''۔

(دین الحق بجواب جاء الحق ۲۱۱/۱)

قارئین ! ہم نے سطور بالا میں پوری دیانت داری سے اس غیر مقلد کی کتاب سے عبارت نقل کر دی ہے اس کی عبارت میں نقل کردہ الفاظِ حدیث نہ بخاری شریف میں ہیں اور نہ ہی مسلم شریف میں، مسلم شریف کے الفاظ ہم نے اوپر بیان کیے ہیں، اور بخاری شریف کے الفاظ یوں ہیں:

رأیت النبي ﷺ افتتح التکبیر في الصلوة، فرفع یدیه حین یکبر، حتی یجعلهما حذو منکبیه، .... الحدیث

یادر ہے کہ یہاں اس غیر مقلد نے صرف ان ہی دو کتب کا حوالہ دیا ہے۔

اب ہم نجدی صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ مفتی صاحب کا بقول آپ کے الفاظ کو کم کرنا اور اپنی طرف سے داخل کرنا عظیم خیانت ہے اور بقول آپ کے وہ خائن ہوئے تو جناب۔۔۔!

ذرا اپنے بارے میں بھی بتایئے کہ اگر یہی کام آپ کریں تو کیا جناب امین ہی رہیں گے یا کہ خائن بن جائینگے ؟۔ کیونکہ یہ کام آپ نے بھی سرانجام دیا ہے، ملاحظہ فرمائیں:

اولاً : بخاری شریف کی روایت کے الفاظ کے مطابق غیر مقلد نے لفظ ”حتی“ کو کم کیا ہے۔

ثانیاً : مسلم شریف کی روایت کے الفاظ کے مطابق غیر مقلد نے ”رأیت رسول اللّٰه ﷺ“ کی جگہ ”رایت النبی ﷺ“ لکھا ہے، اور ”اذا“ اور ”حتی“ کم کیا ہے، جبکہ ”في“ اور ”حین یکبر یجعلهما“ کا اضافہ کیا ہے، اور ”رفع“ کی جگہ ”فرفع“ اور ”یحاذی“ کی جگہ ”حذو“ لکھا ہے، اگرچہ بخاری کا حوالہ پہلے ذکر کیا ہے مگر بخاری کے الفاظ میں سے بھی ”حتی“ کو کم کیا ہے۔

ثالثاً اس غیر مقلد نے اُوپر تو لکھا کہ ”کندھوں اور کانوں تک اُٹھانا دونوں طرح سنت ہیں“ لیکن بعد میں اس باب میں کانوں تک اُٹھانے پر کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت دلیل کے طور پر نقل کرنے کے بعد غیر مقلد نے لکھا ہے: اولاً: اوپر ہم نے حدیث کے الفاظ درج کر دیئے ہیں ان میں کندھوں تک ہاتھ برابر کرنے کا ذکر ہے ان میں انگوٹھے کانوں کو لگانے کا ذکر تو کجا اشارہ تک بھی موجود نہیں جس سے مفتی صاحب کے بے بنیاد استدلال اور ان کے مذہب کی قلعی کھل جاتی ہے۔

(دین الحق جلد ۱ صفحہ ۲۰۴)

جواب: اولاً: نجدی صاحب! ذرا اپنے ابوالوفاء سے معلوم کر لینا تھا کہ ہاتھ کانوں تک اُٹھانے کا ذکر اس حدیث میں کہیں موجود ہے یا نہیں، جنہوں نے نجدی مسلک سے بے وفائی کرتے ہوئے "حذو منکبیه" کا ترجمہ کانوں تک ہاتھ اُٹھانا کیا ہے، ملاحظہ ہو:

"اہل حدیث کا مذہب ہے کہ نماز میں رکوع کرتے ہوئے اور اس سے سر اٹھاتے ہوئے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھانا مستحب ہیں کیوں کہ صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے۔ عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیه حذو منکبیه اذا افتتح الصلوۃ .... الخ"۔

(فتاوی علمائے حدیث جلد ۳ صفحہ ۱۵۳ مکتبہ سعیدیہ خانیوال)

قارئین کرام غور فرمائیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہی روایت اور یہی الفاظ "حذو منکبیه" جن سے کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کو غیر مقلد ابوالوفاء مستحب ہونا قرار دے رہے ہیں اور "دین الحق" والے غیر مقلد کی پیش کردہ روایت کے الفاظ بھی وہی ہیں یعنی "حذو منکبیه" تو اب ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ نجدی صاحب اپنے غیر مقلد ابوالوفاء کے بے بنیاد استدلال (بزعم خویش) اور اپنے مذہب کی قلعی کھلنے کا جواب تو دیں؟

مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے باب کی سرخی کے بعد پہلی لائن میں ہی لکھا

ہے کہ کانوں تک ہاتھ اُٹھانا سنت ہے یعنی سنت کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کو قرار دے رہے ہیں جس کا اقرار اس غیر مقلد کو بھی ہے جیسا کہ اس نے شروع میں خود لکھا ہے کہ:

☆۔۔ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کندھوں اور کانوں تک اٹھانا دونوں طرح سنت ہیں۔

(دین الحق جلد ۱/۲۰۴)

جناب نجدی صاحب! کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کا سنت ہونا تو آپ کو بھی تسلیم ہے اور اگر ہاتھوں کے کانوں کو لگ جانے پر جناب کو اعتراض ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ اس طرح نماز نہیں ہوگی تو جناب من اس کی کوئی دلیل تو پیش کریں جس میں ہو کہ کانوں کو اگر انگوٹھے لگ جائیں تو نماز نہیں ہوتی، لیکن قیامت تک اس کی کوئی دلیل آپ پیش نہیں کر سکیں گے۔ اگر اس پر کوئی بھی غیر مقلد کوئی ایک دلیل بھی پیش کر دے تو ہم اس کو منہ مانگا انعام دیں گے۔

اس بارے میں احناف کا مُفتیٰ بہ قول یہی ہے کہ ہاتھ کانوں تک اُٹھائے جائیں، لگانے والا قول غیر مفتی بہ ہے۔

مفتی صاحب کے اعتراض کا جواب لکھتے ہوئے یہ غیر مقلد لکھتا ہے کہ:

☆ اولا: ہم نے کندھوں تک ہاتھوں کا بلند کرنا ثابت کر دیا ہے فریق ثانی پہ لازم ہے کہ وہ یہ ثابت کرے کہ انگوٹھے ہاتھوں سے جدا ہیں۔

☆ ثانیا: قرآن میں ہے کہ چوری کرنے والے کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اور ہادی برحق حضرت محمد ﷺ نے چور کا ہاتھ گھٹنے سے کاٹ کر دکھا دیا کہ انگوٹھا ہاتھ میں شامل ہے۔

(دین الحق جلد ۱ صفحہ ۲۰۵)

جواب:

اولاً: اگر انگوٹھے ہاتھوں سے جدا نہیں ہیں تو انگلیاں بھی تو ہاتھوں سے جدا نہیں ہیں۔ لہذا فقط

انگلیوں کے پوروں کا کہنیوں تک پہنچ جانا ہی کافی ہوا، جب کہ کسی بھی حدیث کے امام سے یہ بات ثابت نہیں ہے، اگر ہے تو مطلوب ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ قیامت تو آسکتی ہے لیکن یہ گروہ کبھی بھی کسی محدث سے یہ بات ثابت نہیں کر سکے گا کہ فقط انگلیاں کہنیوں تک اُٹھانا ہی درست ہے، جیسا کہ ان کی اکثریت کا عمل ہے۔

ثانیاً: نبی کریم ﷺ نے چور کا ہاتھ گٹے تک کاٹ کر یہ واضح کر دیا کہ ہاتھ گٹے تک ہے تو آپ گٹ کا ابتدائی حصہ کندھوں کے برابر کر کے دیکھیں کہ انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچتے ہیں یا نہیں؟ جب اس انداز سے ہاتھ اُٹھائے جائیں تو انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچیں گے اور گٹ کندھوں سے بھی تجاوز نہیں کریں گے۔

پس ثابت ہوا کہ استدلال وہی درست ہے جس کو یہ غیر مقلد بے بنیاد کہہ رہا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس ٹولہ کے ہاتھ اُٹھانے کا طریقہ کسی بھی روایت سے ثابت نہیں کیونکہ ان کی انگلیوں کے پورے ان کے کندھوں تک بھی نہیں پہنچتے ہیں، بلکہ بعض تو برائے نام رفع الیدین کرتے ہیں جس سے اُن کے ہاتھ کہنیوں تک ہی پہنچتے ہیں جس کے بارے میں آگے انہی کے گھر کی گواہی پیش کی جائے گی، ان شاء اللہ العزیز۔

انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچانا اہل نجد کے گھر کی گواہی

مولوی خالد گرجاکھی رفع یدین کرنے کا طریقہ کی سرخی قائم کرنے کے بعد لکھتا ہے:

"رفع یدین اس طرح کرنا چاہیے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ رخ ہوں اور کندھوں کے برابر اونچی ہوں۔ اور ہاتھ پھیلے ہوئے ہوں لیکن انگلیاں ملی ہوئی ہوں۔ اور ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں۔۔۔" (صلوۃ النبی ﷺ صفحہ ۱۵۲۔۱۵۳، ادارہ احیاء السنہ، گرجاکھ، گوجرانوالہ)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہوں تو سب احادیث پر عمل ہو جاتا ہے۔ جیسا

کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے حوالے سے بھی آگے آئے گا۔

پس ثابت ہوا کہ طریقہ صحیح یہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے اور بڑے نجدی صاحب کو بھی اقرار ہے کہ انگوٹھوں کے کانوں کی لو تک پہنچانے سے ہی تمام احادیث پر عمل ہوگا۔

ایک اور غیر مقلد لکھتا ہے

""نماز میں آنحضرت ﷺ سے رفع یدین کی دو حالتیں مروی ہیں ایک کندھوں کے برابر تک ہاتھ اٹھانا اور دوسری حالت ہے کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھانا۔ یہ دونوں ہی درست ہیں اور دونوں پر ہی عمل کیا جا سکتا ہے اور یہی اہلحدیث کا مسلک ہے مگر فقہ حنفیہ نے ایک سنت تو اپنائی ہے اور دوسری کا سرے سے انکار ہی کر دیا ہے اور جو طریقہ اپنایا ہے اس کے بھی مطابق عمل نہیں کرتے بلکہ کانوں سے بھی ہاتھوں کو بلند کر دیتے ہیں کسی حنفی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں اور تجربہ حاصل کریں۔ لیجئے اب وہ حدیث پیش کرتا ہوں جس کی حنفی مذہب نے مخالفت کی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں .... اب آپ فقہ حنفی بھی ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں

ویرفع یدیہ مع التکبیر ..... حتی یحاذی بابھامیہ شحمۃ اذنیہ

[ہدایہ ج۱، ص ۹۸، کتاب الصلوۃ باب صفۃ الصلوۃ، شرح وقایہ ص ۱/۱۶۴، منیۃ المصلی ص ۲۵، قدوری ص ۳۹] ""یعنی تکبیر کہتے ہو۔ ئے اپنے ہاتھوں کو بلند کرے یہاں تک کہ اپنے انگوٹھوں کو اپنے کانوں کی لو تک پہنچائے""۔

قارئین! غور فرمائیں کہ کس طرح حدیث کی مخالفت کی جارہی ہے۔

(احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف صفحہ ۲۷۶ تا ۲۷۸، ادارہ تحفظ افکار اسلام، میر پور، .... شیخوپورہ)

☆ **قارئین! اولاً** :اس غیر مقلد نے بھی پہلے غیر مقلد کی طرح ایک سنت پر تو دلیل پیش کی

مگر دوسری سنت پر دلیل پیش نہیں کی، شاید اس لیے کہ ان لوگوں میں سے اس سنت پر کبھی کسی نے عمل کیا ہی نہیں اور یہ ہے بھی حقیقت کیونکہ اکثر ان کو دیکھا گیا ہے کہ یہ کندھوں سے اوپر ہاتھ اُٹھانا گوارا ہی نہیں کرتے بلکہ اکثریت تو کندھوں تک اُٹھانا بھی گوارا نہیں کرتی صرف کہنیوں تک ہی ان کے ہاتھ اُٹھتے ہیں اس کا تجربہ کرنے کے لیے ان کی مساجد میں جا کر دیکھ لیں۔

ثانیاً: ان غیر مقلدین کی کتب کو دیکھ کر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کو کندھوں تک ہاتھ اُٹھانے والی سنت سے تو (برائے نام) محبت ہے لیکن کانوں کی لو تک ہاتھ اُٹھانے سے چڑ ہے اسی لیے تو دونوں نے ہی اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی، صرف ابتدا میں لکھنے پر ہی اکتفاء کیا ہے۔

غیر مقلدین کا عام عمل اور اس پر دلیل پیش نہ کرنا تو یہی ثابت کرتا ہے کہ یہ سرے سے ہی اس کے منکر ہیں صرف لکھنے کی حد تک تسلیم کرتے ہیں اور عمل۔۔۔۔

ثالثاً جس پر دلائل پیش کرتے ہیں اس پر بھی عمل نہیں کیونکہ ان کی اکثریت غیر سردیوں میں بھی صرف چھاتی بلکہ کہنیوں تک ہی ہاتھ اُٹھانا گوارا کرتی ہے، جیسا کہ اس کا اقرار خود ان کے مولوی کو بھی ہے۔ خواجہ قاسم غیر مقلد لکھتا ہے:

"بعض اہل حدیث رفع یدین بالکل برائے نام کرتے ہیں یعنی کہنیوں تک اور بعض حضرات سر سے بھی اوپر لے جاتے ہیں [ہم نے نہیں دیکھا۔ از ناقل] یہ دونوں انتہائی نا درست اور بے ثبوت ہیں بعض لوگ رفع یدین کو کافی دیر تک ٹھہرائے رکھتے ہیں اس کا بھی کہیں ذکر نہیں"۔

(قد قامت الصلوۃ صفحہ ۱۹۹، ادارہ احیاء السنہ، گرجاکھ، گوجرانوالہ)

کیوں جی مولوی صاحب! اب دیکھیں کہ حدیث کی مخالفت کون کر رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کون کر رہا ہے؟ کہنیوں یا غیر سردیوں میں چھاتی تک رفع یدین کرنے والے کس حدیث پر عمل کر رہے ہیں؟

رابعاً: یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ وہ احادیث جو کانوں کی لوتک ہاتھ اُٹھانے کی دلیل ہیں ان کی مخالفت احناف نہیں بلکہ غیر مقلدین ہی کرتے ہیں۔لہذا رسول اللہ ﷺ سے احناف کا نہیں بلکہ غیر مقلدین کا اختلاف ہے کیونکہ احناف تو اس طرح ہاتھ اُٹھانے کے قائل ہیں کہ تمام احادیث پر عمل ہو سکے، جس کے بارے میں ہم آگے ذکر کریں گے، ان شاء اللہ العزیز۔

فاروق الرحمن یزدانی کی کم علمی اور گھر سے بے خبری

قارئین! جس بات کو غیر مقلد نے حدیث کی مخالفت قرار دیا ہے وہ یہ ہے کہ انگوٹھوں کو اپنے کانوں کی لوتک پہنچانا۔

جبکہ ان کے بڑے تسلیم کرتے ہیں کہ یہ طریقہ درست ہے بلکہ کانوں سے بھی بلند ہو جائیں تو بھی درست ہے اور اسی طرح تمام احادیث پر عمل ہو گا، جیسا کہ غیر مقلدین کے مولوی صادق سیالکوٹی جس کے بارے میں لقمان سلفی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ

"دور حاضر میں توحید خالص اور قرآن وسنت پر عمل کی دعوت دینے والے جو علمائے کرام سرخیل مانے جاتے ہیں ان میں مولانا محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں بلکہ اس جماعت حقہ کے ہراول دستہ کے ایک فرد خاص ہیں۔

(مقدمہ سبیل الرسول صفحہ ۳ نعمانی کتب خانہ لاہور)

اس کی کتاب "صلوۃ الرسول" پر انہی کے بڑوں نے تحقیق وتخریج کی اور فوائد وتعلیقات کا کام کیا اور وہ بڑے جن کو غیر مقلدین ذہبیٔ زماں کہتے ہیں جیسا کہ خالد ظفر اللہ غیر مقلد نے زبیر علیزئی کو کہا، ملاحظہ ہو: نور العینین پر لگایا ہوا آرٹ پیپر کا کور جس کو مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد نے شائع کیا اسی کتاب میں صفحہ ۸ پر اس کو محقق دوراں کہا ہے اور جس کے بارے میں لکھا کہ متون حدیث نبوی ﷺ کی تخریج وتعلیق اور اسماء الرجال آپ کے خصوصی میدان تحقیق ہیں۔ صفحہ ۱۲

اسی زبیر علیزئی کی تحقیق و تخریج اور غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری (جس کو عبد الجبار شاکر نے فضیلۃ الشیخ لکھا) کی تعلیق و فوائد کے ساتھ شائع ہونے والی ''تسہیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوۃ الرسول'' میں صادق سیالکوٹی کی بات ''دونوں ہاتھ مونڈھوں تک اٹھائیں یا کانوں تک'' کے تحت لکھا ہے کہ: ''جب انگلیوں کے پورے کانوں کے اوپر والے حصہ کے برابر اٹھائیں تو انگوٹھے کانوں کی لو اور ہتھیلیاں دونوں کندھوں کے برابر خود بخود ہو جائیں گی، مجموعہ احادیث پر عمل ہو جائے گا۔

(تسہیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوۃ الرسول صفحہ ۱۴۶ النعمانی کتب خانہ لاہور)

یہ بھی یاد رہے کہ اس کتاب پر ہونے والے تحقیقی کام کی تصحیح و تنقیح کا شرف وہابیوں کے مفتی دور حاضرہ محقق و مناظر مبشر احمد ربانی کو حاصل ہے اور اس پر نظر ثانی ابو انس محمد سرور گوہر نے کی ہے۔

اب چاہیے کہ مولوی فاروق غیر مقلد اپنے ان تمام بڑوں کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے اس مسئلہ سے رجوع کرے یا پھر ان بڑوں کو کہے کہ تم توبہ نامہ شائع کرو کیونکہ تم نے ایک خلاف حدیث طریقہ کو احادیث پر عمل لکھا ہے جو من میں آئے۔۔۔۔۔

غیر مقلدین کی تضاد بیانی

قارئین! آپ نے دیکھا کہ ''تسہیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوۃ الرسول'' والوں نے تو لکھا کہ جب انگلیوں کے پورے کانوں کے اوپر والے حصہ کے برابر اٹھائیں تو انگوٹھے کانوں کی لو اور ہتھیلیاں دونوں کندھوں کے برابر خود بخود ہو جائیں گی۔

لیکن خواجہ قاسم لکھتا ہے کہ:

''صحیح بات یہ ہے کہ کندھوں اور کانوں کے برابر رفع یدین کے درمیان تطبیق تو ممکن ہے جیسے اہل حدیث کا خیال ہے۔ لیکن اگر انگوٹھوں کو کانوں کی لو کے برابر رکھنا ہو تو پھر تطبیق کی کوئی

صورت نہیں ہے۔ یہ دو بالکل مختلف عمل ہو جاتے ہیں"۔

(قد قامت الصلوۃ صفحہ ۱۹۹، گوجرانوالہ)

اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر مقلدین ابھی تک نماز میں ہاتھوں کے اُٹھائے جانے کی حد پر ہی متفق نہیں ہو سکے، کیونکہ بعض کہتے ہیں کہ جب انگلیوں کے پورے کانوں کے اُوپر والے حصہ کے برابر اُٹھائیں تو انگوٹھے کانوں کی لو اور ہتھیلیاں دونوں کندھوں کے برابر خود بخود ہو جائیں گی اور مجموعہ احادیث پر عمل ہو جائے گا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔

جبکہ ایک اور غیر مقلد مولوی خالد گرجاکھی لکھتا ہے کہ:

رفع الیدین اس طرح کرنا چاہیے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ رخ ہوں اور کندھوں کے برابر اونچی ہوں اور ہاتھ پھیلے ہوئے ہوں لیکن انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں۔ (صلوۃ النبی صفحہ ۱۵۳، گوجرانوالہ)

مولوی خالد کی عبارت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہتھیلیاں کندھوں کے برابر یا اونچی بھی ہوں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں، لیکن ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں۔ شاید اس لیے کہ اگر ہتھیلیوں کا وسط اگرچہ کندھوں سے اُوپر چلا جائے لیکن ہتھیلیوں کا ابتدائی حصہ بہرحال کندھوں کے برابر رہتا ہے۔ مگر خواجہ قاسم صاحب اس بات پر بضد ہیں کہ جب انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر رکھے جائیں تو ہتھیلیاں کندھوں سے بہت اُوپر کانوں کے برابر چلی جاتی ہیں، شاید خواجہ صاحب کے ہاتھ بہت ہی چھوٹے ہیں اور گردن بہت ہی لمبی ہے اسی لیے تو انہوں نے لکھا ہے کہ: "میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سرے سے یہ تطبیق ہی ناممکن ہے کیونکہ اگر انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر رکھے جائیں تو ہتھیلیاں کندھوں سے بہت اوپر کانوں کے برابر اور انگلیاں سر کے اوپر والے حصہ کے برابر ہو جاتی ہیں"۔ (قد قامت الصلوۃ صفحہ ۱۹۹، گوجرانوالہ)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ رفع الیدین کے طریقہ میں غیر مقلدین کس طرح تضاد بیانیوں کا شکار ہیں کوئی کچھ کہہ رہا ہے اور کوئی کچھ۔

اب آیئے احادیث نبوی ﷺ کی طرف کہ کندھوں تک ہاتھ اُٹھانے کے علاوہ روایات میں کہاں کہاں تک کا ذکر ہے، تو کندھوں کے بعد ہاتھ کانوں تک اُٹھانے کے بارے میں صحیح مسلم شریف میں روایت ہے۔

کانوں تک ہاتھ اُٹھانا

عن مالک بن الحويرث ان رسول الله ﷺ كان اذا كبر رفع يديه حتى يحاذى بهما أذنيه... حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب تکبیر (تحریمہ) کہتے تو اپنے مبارک ہاتھوں کو اُٹھاتے یہاں تک کہ ان کو کانوں کے برابر کرتے۔

(صحيح مسلم ١٦٨/١ كراچى، ومسند المستخرج على صحيح مسلم (٧٥٠) دار الكتب العلمية، بيروت، وصحيح ابن حبان ١٧٦/٥ (١٨٦٣) مؤسسة الرسالة، بيروت، ومسند الشاميين طبرانى (٢٦٤٥) مؤسسة الرسالة، بيروت، ومعجم الكبير طبرانى ٢٦١/٨ (١٥٩٨٠. ١٥٩٨٢. ١٥٩٨٣.) دار الكتب العلمية، بيروت، وجزء ابن الغطريف (٨٠) دار البشائر الاسلامية، بيروت، وسنن الكبرى بيهقى ٢٥/٢ نشر السنة، ملتان، ومعرفة السنن والآثار ٥٤٤/١ دار الكتب العلمية، بيروت، وغيرهم)

اس باب میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے [صحیح مسلم جلد۱ صفحہ۱۷۳]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ [مسند ابو یعلی ۴۰۱ (۱۷۰۱)] دار المعرفۃ بیروت۔

وغیرہما سے روایات مروی ہیں۔

ہاتھ کانوں سے بلند اُٹھانا

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ہی حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی روایت کو ایک اور سند کے ساتھ بیان کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں:..انه رای نبی الله ﷺ وقال حتی یحاذی بهما فروع أذنيه .... یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کو دیکھا اور فرمایا کہ (آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو بلند کیا) حتی کہ ان کو کانوں سے بھی اوپر اٹھایا۔

(صحيح مسلم ١٦٨/١ كراچی، ومصنف ابن أبي شيبة ٢٦٤/١. ٢٦٥ مكتبه امداديه ملتان، وسنن نسائی ١٢٢ (١٠٥٨) دار ابن حزم ،بيروت ، ومسند أحمد ٤٣٦/٣ (١٥٦٨٥) بيت الأفكار الدولية ،وجزء ابن عرفة (٢٣)دار الأقصى الكويت ، ومسند السراج ٦٣ ادارة العلوم الأثريه فيصل آباد ، وسنن الكبرى بيهقى ٢٥/٢. ٧٠ ملتان ، ومعجم الكبير طبرانى ٢٦٢/٨ ،دار الكتب العلمية ،بيروت وغيرهم)

انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر کرنا

عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه أنه رأى النبي ﷺ اذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى تكاد ابهاماه تحاذي شحمة أذنيه .

عبدالجبار بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نے نماز شروع فرمائی ، اپنے ہاتھوں کو اُٹھایا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے آپ ﷺ کے کانوں کی لو کے برابر تھے۔

(سنن النسائى ١٣٧ (٨٨٤) لفظه، دار ابن حزم بيروت ،والسفر الثاني من

تاريخ ابن أبي خيثمة (٣٣٦١)[ق] ،ومسند أحمد ٣١٦/٤، بيت الأفكار الدولية، وسنن ابو داود ١٢٠ . ١٢١ (٧٣٤) دار ابن حزم ،بيروت ،وسنن الكبرى نسائى ١٥٦/١ (٩٥٨) مكتبة الرشد ،الرياض ،و منتقى حديث أبي عبد اللّٰه محمد بن مخلد الدوري (٣٩) [ق] ومعجم الصحابة ابن قانع (١٨٤٨)نزار مصطفى الباز ،الرياض ، ومعجم الكبير طبرانى ١٥٢/٩ (١٧٥٤٠)دار الكتب العلمية ،بيروت، وتاريخ بغداد ٥٦٥/١١ الغرب الاسلامى ،بيروت ، وتسمية ما روي عن الفضل بن دكين أحمد بن عبد اللّٰه الأصبهاني (٧٠)دار العاصمة ،الرياض ، وحديث ابن السمك والخلدي (٣١) البشائر الاسلامية بيروت،وغيرهم)

ہاتھ اُٹھانے کے معاملہ میں ان روایات میں کوئی تعارض بھی نہیں ہے، جیسا کہ امام ابن ہمام فرماتے ہیں کہ: قال ابن الهمام ولا معارضة فان محاذاة الشحمتين بالابهامين تسوغ حكاية محاذاة اليدين المنكبين والاذنين لان طرف الكف مع الرسغ يحازى المنكب او يقربه والكف نفسه يحاذى الاذن.

یعنی امام ابن ہمام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہاتھ اُٹھانے والی روایات میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر ہوں گے تو ہاتھ کندھوں اور کانوں کے برابر خود ہی ہوں گے کیونکہ ہتھیلیوں کا ابتدائی حصہ کندھوں کے برابر ہوگا اور خود ہتھیلیاں کانوں کے برابر ہوں گی۔

(شرح مسند الامام اعظم للملا على القارى صفحه ٤٩٣)

نیز حدیث مبارکہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے

عن عبد الجبار بن وائل عن أبيه أنه أبصر النبى ﷺ حين قام الى الصلوة رفع

يديه حتى كانتا بحيال منكبيه وحاذى ابهاميه [بابهاميه] أذنيه ثم كبر.

حضرت عبدالجبار بن وائل اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا جب آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو اُٹھایا حتی کہ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کندھوں کے برابر اور انگوٹھے کانوں کے برابر تھے پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی۔

(سنن ابو داود ۱ / ۱۰۵ کراچی ،وص ۱۱۸ (۷۲۴) بیروت ،وشرح السنة بغوى ۲۶/۳ (۵۶۲) المكتب الاسلامي ،بيروت ، سنن الكبرى بيهقى ۲ / ۲۵ ملتان)

ایک اعتراض

یہ روایت عبدالجبار بن وائل عن ابیہ مروی ہے اور عبدالجبار کا اپنے والد وائل بن حجر سے سماع ثابت نہیں جیسا کہ امام نسائی، ابن ابی حاتم وغیرہما نے صراحت کی ہے گو کہ عبدالجبار ثقہ ہے مگر اس کی اپنے والد سے روایت مرسل ہے۔

جواب:

اولا: امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ عبدالجبار بن وائل کی اس کے باپ سے مذکورہ بالا روایت کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

" عبد الجبار بن وائل لم يسمع من أبيه ، والحديث في نفسه صحيح ".

یعنی عبدالجبار بن وائل نے اپنے باپ سے نہیں سنا مگر یہ حدیث فی نفسہ صحیح ہے۔

(سنن الكبرى نسائى ۱/ ۱۵۶ ، مكتبة الرشد ، الرياض)

ثانیا: اس کے متابع اور شواہد موجود ہیں جن کی وجہ سے یہ روایت قابل استدلال ہے، ملاحظہ فرمائیں:

امام ابن ابی خیثمہ اپنی تاریخ کے سفرِ ثانی میں ''عبد الجبار بن وائل عن أبیہ'' کی سند سے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد عبد الجبار کی اپنے باپ سے روایت مرسل ہے بحوالہ یحییٰ بن معین بیان کرتے ہیں، پھر فرماتے ہیں: وحدثنا عفان قال: نا همام قال: نا محمد بن حجادة قال: حدثني عبد الجبار بن وائل عن علقمة بن وائل ومولى لهما أنهما حدثاه عن أبيه وائل أنه رأى النبي ﷺ رفع يديه حين دخل في الصلاة ثم ذكر الحديث.

(السفر الثاني من تاريخ ابن أبي خيثمة (٣٣٦٣)[مخطوط من الجامع الكلم]

عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی اپنی سند کے ساتھ " مسند أبي حنيفة (٧٥٩. ٧٦٠) [ق]" میں دوسندوں کے ساتھ: "عن أبي حنيفة عن عاصم بن كليب عن أبيه عن وائل بن حجر عن رسول الله ﷺ أنه كان يرفع يديه حتى يحاذي بابهاميه شحمة أذنيه وفي رواية حتى يحاذي بهما شحمة أذنيه.

اور اسی طرح "مسند أبي حنيفة رواية الحصكفي" میں بھی ہے۔

ابن الاعرابی نے اپنی معجم (١١٨٦)[مکتبۃ الکوثر الریاض] میں ایک ایسی سند جس میں عبد العزیز بن عبد الرحمٰن متروک ہے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوع روایت کی کہ آپ ﷺ جب نماز کے لئے تکبیر کہتے تو: " أدنى ابهاميه من شحمة أذنيه".

اسی طرح اسلم بن سھل الرزاز المعروف بحشل نے تاریخ واسط ص ٢٤٦ [عالم الکتب، بیروت] میں ایسی سند جس میں ایک راوی متھم بالوضع حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

ثالثا: امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ومذهب مالک وأبی حنیفة وأحمد وأکثر الفقهاء انه یحتج به ومذهب الشافعی انه اذا انضم الی المرسل ما یعضده احتج به .

یعنی امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام احمد اور اکثر فقہاء رحمہم اللہ مرسل کے ساتھ احتجاج کرتے ہیں اور امام شافعی کا مذہب ہے کہ مرسل حدیث کی اگر کسی اور حدیث سے تائید ہو جائے تو پھر قابلِ احتجاج ہے۔ اور مذکورہ روایت کو تائید حاصل ہے لہٰذا ان کے نزدیک یہ قابل احتجاج ٹھہری۔

(مقدمہ شرح صحیح مسلم للنووی صفحہ ۱۷)

ہوسکتا ہے کہ غیر مقلدین امام مالک، امام ابوحنیفہ، اور باقی اکثریت فقہاء کو تو آئمہ احادیث میں شمار نہ کریں اور کہہ دیں کہ یہ آئمہ حدیث نہیں ہیں ہم ان کے قبول کرنے کو تسلیم نہیں کرتے لیکن امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو تو اکثریت غیر مقلدین نے خود آئمہ احادیث میں شامل کیا ہے۔ جیسا کہ "دین الحق" والے غیر مقلد نے کیا اور آپ کا نام سب سے پہلے لکھا ہے وہ تو مرسل سے احتجاج کریں، لیکن آج کے نام نہاد اہل حدیث اس کا انکار کریں. فیا للعجب .

اب دو ہی صورتیں باقی رہ جاتی ہیں ایک تو یہ کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو آئمہ احادیث سے نکال باہر کریں یا پھر اپنی پرانی عادت پر اُتر آئیں کہ ہم کوئی ان کے مقلد ہیں کہ ان کی بات کو تسلیم کریں۔ یہ بھی یاد رہے کہ مرسل صحیح کو رد کرنا دوسری صدی ہجری کی ایجاد ہے۔

مرسل روایت کو رد کرنا دوسری صدی ہجری کی ایجاد

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ جن کو "دین الحق" والے غیر مقلد نے چوتھے نمبر پر آئمہ حدیث میں شمار کیا ہے، فرماتے ہیں:

"ان التابعین باسرهم اجمعوا علی قبول المرسل ولم یأت عنهم انکاره ولا عن احد الائمة بعدهم الی رأس ... المأتین کانه یعنی ان الشافعی اول من ابی من

بول المرسل.

یعنی تابعین سب کے سب اس بات پر متفق تھے کہ مرسل قابل حجت ہے تابعین سے لے کر دوسری صدی کے آخر تک آئمہ میں سے کسی نے بھی مرسل کا انکار نہیں کیا۔ گویا کہ امام شافعی رحمہ اللہ ہی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے مرسل کے ساتھ احتجاج کرنے سے انکار کیا۔ (مقدمة التمهید ۱/۴)

لیکن یہ روایت تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی قابلِ احتجاج ہے کیونکہ اس کو اور احادیث صحیحہ و آثار سے بھی تائید حاصل ہے۔ پس واضح ہوا کہ یہ حدیث مبارکہ قابل احتجاج ہے۔

اور پھر صرف احناف ہی نہیں بلکہ مالکی اور شافعی بھی ان احادیث میں تطبیق کے قائل ہیں اور کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کے قائل و فاعل ہیں۔

مالکی: علامہ باجی مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وقال الباجی من المالکیة فانا نقول کان یحاذی بکفیه منکبیه وباطراف اصابعه اذنیه فالجمع بین الحد یثین اولی من اطراح احد هما.(1)

یعنی مالکیہ میں سے علامہ باجی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بے شک ہم یہ کہتے ہیں کہ اپنی ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر کرے اور انگلیوں کے اطراف کو کانوں کے برابر کرے اس لیے کہ احادیث کو جمع کرنا بہتر ہے اس سے کہ ایک کو چھوڑ دیا جائے اور دوسری پر عمل کیا جائے۔

(اوجز المسالک ۱/۲۰۱)

شافعی: علامہ نووی رحمہ اللہ ابوالحسن احمد بن سیار رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

واما صفة الرفع فالمشهور من مذهبنا ومذهب الجماهیر انه یرفع یدیه حذو منکبیه بحیث یحاذی اطراف اصابعه فروع اذنیه ای اعلا اذنیه وابهاماه

شحمتی اذنیہ وراحتاہ منکبیہ فھذا معنی قولھم حذو منکبیہ وبھذا جمع الشافعی رحمہ اللہ تعالی بین روایات الاحادیث .

یعنی ہمارا اور جمہور اہل علم کا مشہور مذہب ہاتھوں کو اُٹھانے میں یہ ہے کہ ہاتھوں کو کندھوں تک اس طرح اُٹھائے کہ انگلیوں کو کانوں کے اُوپر والے حصہ کے برابر کرے اور انگوٹھوں کو کانوں کی لو تک اور ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر کرے، ہاتھوں کو کندھوں کے برابر اُٹھانے کا یہی مطلب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح احادیث میں تطبیق دی ہے۔

(مسلم مع شرح النواوی ۱/۱۶۷ کراچی)

قارئین غور فرمائیں کہ: "فھذا معنی قولھم حذو منکبیہ "یعنی ہاتھوں کو کندھوں تک اُٹھانے کا یہی معنی ہے کہ انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچیں اور انگلیاں کانوں کے اُوپر والے حصہ تک۔

یہی بات مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تو غیر مقلد نے بازاری زبان استعمال کی اور اس استدلال کو بے بنیاد کہا جبکہ یہ استدلال صرف مفتی صاحب کا ہی نہیں بلکہ بقول امام نووی رحمہ اللہ جمہور اہل علم کا ہے۔

امام شافعی کا قول اور ان احادیث میں تطبیق

و ذکر الطیبی أن الشافعی حین دخل مصر سئل عن کیفیة رفع الیدین عند التکبیر فقال یرفع المصلی یدیه بحیث یکون کفاہ حذاء منکبیه وابھاماہ حذاء شحمتی أذنیه، وأطراف أصابعه حذاء فروع [فرع] أذنیه. لأنه جاء فی روایة یرفع الیدین الی المنکبین، وفی روایة الی الأذنین ، وفی روایة الی فروع الأذنین . فعمل الشافعی بما ذکرنا فی رفع الیدین جمعا بین الروایات الثلاث

قلت: هو جمع حسن.

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ جب امام شافعی رحمہ اللہ مصر میں داخل ہوئے تو ان سے تکبیر کے وقت رفع یدین کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: نمازی اپنے ہاتھوں کو اس طرح اُٹھائے کہ اس کی ہتھیلیاں اس کے کندھوں کے برابر رہیں اور اس کے انگوٹھے اس کے کانوں کی لو کے برابر ہوں اور اس کی انگلیاں کانوں کے اُوپر حصہ تک ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض روایات میں ہاتھوں کو کندھوں تک اُٹھانے کا ذکر ہے اور بعض میں کانوں تک اُٹھانے کا ذکر ہے اور بعض میں کانوں کے اُوپر حصہ تک کا ذکر ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ نے تمام روایات کو جمع کرنے کا عمل بتادیا کہ اس طرح ہاتھ اُٹھائے جائیں جیسے میں نے بیان کیا ہے تو تینوں روایات پر عمل ہو سکے گا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ تطبیق بہت اچھی ہے۔

(مرقاة شرح مشکوة ۲/۵۰۲ حقانیہ ملتان، و ۲/۴۶۵ دار الكتب العلمية بيروت، و شرح الطيبي على مشكاة المصابيح ۲/۳۴۱، دار الكتب العلمية بيروت)

شارح بخاری امام شہاب الدین احمد قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وقد جمع الشافعي بينهما فقال يرفع يديه حذو منكبيه بحيث يحاذي اطراف اصابعه فروع أذنيه اي اعلى أذنيه وابهاماه شحمتي أذنيه وراحتاه منكبيه.

اور تحقیق امام شافعی رحمہ اللہ نے ان دونوں کو جمع فرمایا تو فرمایا: ہاتھوں کو کندھوں تک اس طرح اُٹھائے کہ اپنی اُنگلیوں کو کانوں کے اُوپر کے حصہ کے برابر کرے اور انگوٹھوں کو کانوں کی لو تک اور ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر کرے۔

(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری جلد ۲ صفحه ۴۳۲، دار الفكر بيروت)

اب آئیں اصل مسئلہ کی طرف جس کے بارے میں ہمارے سامنے سب سے پہلے وہ روایات

ہیں جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ ہاتھ کندھوں تک اُٹھائے جائیں۔

اب ہتھیلی کا ابتدائی حصہ جو کہ کلائی کے ساتھ ملا ہوا ہے اس کو کندھوں کے برابر کریں کیونکہ اس پر بھی ہاتھ کا ہی اطلاق ہوتا ہے اور دوسری روایات ہمارے سامنے کانوں تک والی ہیں جب ہم مذکورہ طریقہ سے ہاتھ اُٹھائیں گے تو ہاتھ کانوں تک بھی ہوں گے اور انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں گے، پس ان روایات پر بھی عمل ہو جائے گا جن میں انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر کرنے کا ذکر ہے، اور انگلیاں کانوں سے تھوڑی سی اُوپر چلی جائیں گی، تو ان روایات پر بھی عمل ہو جائے گا جن میں ہاتھ کانوں سے بلند اُٹھانے کا ذکر ہے۔ پس اگر کندھوں تک ہاتھوں کی ہتھیلیوں کا درمیانی حصہ بھی ہو تب بھی ان روایات کی مخالفت ہوگی جن میں ہاتھوں کو کانوں سے بلند کرنے کا ذکر ہے، جس کا مولوی فاروق غیر مقلد نے انکار کیا ہے کیونکہ اس نے لکھا کہ ”مگر فقہ حنفیہ نے ایک سنت تو اپنائی اور دوسری کا سرے سے انکار ہی کر دیا اور جو طریقہ اپنایا ہے اس کے بھی مطابق عمل نہیں کرتے بلکہ کانوں سے بھی ہاتھوں کو بلند کر دیتے ہیں“

پس صحیح مسلم کی مذکورہ روایت کے مطابق ہاتھ کانوں سے بھی بلند کرنا ثابت ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بات لکھ کر مولوی فاروق غیر مقلد نے خود رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کیا کیونکہ اس نے اپنی کتاب میں اس بات اور انگوٹھوں کا کانوں کی لو تک پہنچنا حدیث کی مخالفت بتایا ہے، اس طرح انگوٹھے کانوں کی لو تک نہیں پہنچیں گے جو کہ احادیث سے ثابت ہے، یہ دوسری مخالفت ہوگی۔

اکثر غیر مقلدین کے ہاتھوں کی انگلیاں بمشکل کندھوں سے قدرے تجاوز کرتی ہیں جبکہ اس حالت میں وہ کانوں تک بھی نہیں پہنچتی تو یہ تیسری مخالفت ہوگی۔

اب مولوی صاحب کو سمجھ تو آ ہی جائے گی کہ رسول اللہ ﷺ سے اختلاف کن کو ہے کیونکہ اگر

ہاتھوں کا کچھ حصہ یعنی گٹ کندھوں سے اُوپر بھی ہوگا تو بھی تین قسم کی روایات پر عمل ہو جائے گا لیکن غیر مقلدین کے طریقے کے مطابق تو تین قسم کی مخالفت ہوگی۔

لیکن احناف کا طریقہ تو یہی ہے کہ ہاتھ کا ابتدائی حصہ یعنی گٹ کندھوں کے برابر کرتے ہیں اور انگوٹھے خود بخود کانوں کی لوتک پہنچتے ہیں اور انگلیوں کا کچھ حصہ کانوں سے بلند ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق تو یہی عمل ہے۔ جیسا کہ انہیں کے بڑوں سے ہم نے پیچھے ذکر کیا ہے۔

قارئین! جس استدلال کو غیر مقلد نے "دین الحق" میں بے بنیاد کہہ کر رد کیا ہے اس استدلال میں مفتی صاحب کے ساتھ شوافع اور جمہور اہل علم بھی شامل ہیں، اور تو اور اس استدلال کو حدیث مبارکہ سے بھی تقویت حاصل ہے پھر غیر مقلدین کے بڑے بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں اور انہوں نے بھی لکھا کہ اس طرح تمام احادیث پر عمل ہو جائے گا جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا۔

لیکن غیر مقلد نجدی گروہ ذرا انصاف کا دامن تھام کر اپنے ٹولے کے لوگوں کو دیکھیں کہ ان کے رفع الیدین کا طریقہ کیا ہے ان کی تو انگلیاں ہی بمشکل کندھوں تک جاتی ہیں باقی ہاتھ نیچے ہی رہتا ہے اور جن الفاظ حدیث سے غیر مقلد نے ہاتھ کندھوں تک اُٹھانے کا معنی بیان کیا ہے ان الفاظ کے صحیح معنی بقول احمد بن سیار یہ ہیں کہ انگوٹھے کانوں کی لوتک اور ہتھیلیاں کندھوں کے برابر اور انگلیاں کانوں کے اوپر والے حصہ تک اٹھائی جائیں اور یہی صحیح معنی بھی ہیں جس کی تائید غیر مقلدین کے ابوالوفاء کے استدلال سے بھی ہوتی ہے۔

کرشن کی جنم اشٹمی، کرسمس اور ماتمی جلسہ

مولانا عرفان رضوی حفظہ اللہ

ہندوؤں کے عقیدہ کے مطابق اصل دیوتا (خدا) تین ہیں، برہما، وِشنو، شِیو۔ باقی جتنے بھی خدا ہیں وہ سب اِن دیوتاؤں کے اوتار (روپ) ہیں، ہندوؤں کے مطابق برہما پیدا کرتا ہے ،وشنو پالتا ہے اور شیو موت دیتا ہے، ان دیوتاؤں میں سے صرف وِشنو کئی صورتوں میں دنیا میں آیا ،اور دنیا کی پرورش وغیرہ کی، اور جلد ہی اس کو خدائے مطلق کا درجہ حاصل ہو گیا، ہندوؤں کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ وِشنو دیوتا کتنی مرتبہ دنیا میں پیدا ہوا، اور کتنی مرتبہ مرا، البتہ ہندوؤں کے سب فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ وشنو کی کم از کم ۹ مرتبہ پیدائش اور موت ہو چکی ہے اور ان میں سے آٹھویں دفعہ وشنو جب پیدا ہوا تو اس کا نام کرشن جی رکھا گیا، ہندوؤں کے دو فرقوں یعنی کوروں اور پانڈوں کے درمیان ایک زبردست طویل جنگ ہوئی تھی جس میں کرشن نے پانڈوؤں کی طرف سے شرکت کی تھی اور ان کو فتح سے ہمکنار کروایا تھا اور یہی جنگ اس کی شہرت کا باعث بنی تھی۔ جس دن کرشن پیدا ہوا تھا اس دن کو ہندوؤں نے تہوار کا دن قرار دیا اور اس کے جنم دن کے تہوار کو وہ ”کرشن جی کی جنم اشٹمی“ کے نام سے مناتے ہیں۔

کسی مسلمان کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کرشن کی جنم اشٹمی میں شرکت کرے اور ہندوؤں کے کندھے سے کندھا ملا کر اس تہوار کو منائے، لیکن حیرت ہے اُن لوگوں پر جو میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وبارک وسلم کو تو بدعت اور شرک کہہ دیتے ہیں، لیکن کرشن جی

کی جنم اشٹمی میں انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ شرکت کرتے ہیں، کیوں؟ کیا اس وجہ سے کہ یہاں دو عالم کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی ولادت کا دن ہے اور وہاں شیطان کے چیلے کے جنم کا دن ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اِن کو بغض نبی نے ہر بند سے آزاد کیا ۔ لا کے کعبے سے صنم خانے میں آباد کیا

جی ہاں اہل حدیث فرقہ کے زبردست عالم اور پیشوا شیخ سلیمان منصور پوری نے اس شرکیہ اور ناپاک جنم اِشٹمی میں شرکت کی اور نا صرف شرکت کی بلکہ وہاں ایک زبردست خطاب بھی کیا، کیا یہ خطاب ہندو مذہب کے رَد پر تھا؟ نہیں بلکہ شیخ سلیمان نے ان کو اس تقریر میں ہندو مذہب کے متعلق وہ معلومات دیں جو بڑے بڑے پنڈتوں کو بھی معلوم نہ تھیں چنانچہ، مشہور و معروف وہابی سیرت نگار محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:

ہندو مذہب کے متعلق بھی انہیں (یعنی قاضی محمد سلیمان منصور پوری وہابی کو) بڑی معلومات حاصل تھیں ایک مرتبہ پٹیالہ میں کرشن جی مہاراج کی جنم اشٹمی پر ہندوؤں نے جلسہ کیا، جس میں ریاست پٹیالہ کے ہندو مقرر اور پنڈت بھی شامل تھے اور مختلف علاقوں اور شہروں سے بھی بعض ہندو اپدیشکوں اور پرچارکوں کو بلایا گیا تھا، جلسے کے اصحابِ انتظام نے قاضی صاحب کو بھی شرکت و تقریر کی دعوت دی قاضی صاحب نے اس جلسے میں جو تقریر کی، ہندو اس سے بہت متاثر ہوئے وہ حیران تھے کہ اس موضوع سے متعلق اتنی معلومات انہیں کہاں سے حاصل ہوئیں وہ تقریر اس دور کے ہندوؤں کے کئی رسائل و جرائد میں شائع ہوئی اور اس کی وساطت سے اس موضوع کی بہت سی نئی باتیں لوگوں کے علم میں آئیں، بہت سے تعلیم یافتہ ہندو پوچھتے تھے کہ قاضی صاحب نے یہ نادر معلومات کہاں سے حاصل کیں۔

(سیرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ ۱۲۰ مکتبہ سلفیہ شیش محل لاہور)

سیدنا عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ،عیسائیوں کے اللہ کے بیٹے ہیں،ان کے نزدیک ۲۵ دسمبر کو معاذ اللہ ،اللہ کے بیٹے کی پیدائش ہوئی اور اس دن وہ خوشی کا اظہار رقص وسرور، شراب وکباب ،زبردست فحاشی اور عریانی سے کرتے ہیں ،نہایت تعجب کی بات ہے کہ اہلحدیث فرقہ نہ ماننے پر آئے تو عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے علاوہ کسی دن کو عید ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور ۱۲ ربیع الاول کو عید کہنے پر تو اپنی پوری قوت کے ساتھ دشمنی نکالتا ہے اور اگر ماننے پر آئے تو کرسمس جیسی ناپاک اور نحش عیسائی مذھبی رسم کو بھی عید ماننے اور اس میں خوشی منانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، کسی نے ان کے متعلق کیا خوب کہا ہے:

کرسمس میں تم ہو نصاری تو اِشٹمی میں ہنود   یہ وہابی ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

چنانچہ غیر مقلدین کے زبردست مفسر ومحدث شیخ وحید الزماں نے لکھا:

واما الفرح فی عید کرسمس اعنی یوم ولادۃ سیدنا عیسی بن مریم فالفرح یوم ولادۃ نبینا صلی اللہ تعالی علیہ والہ وبارک وسلم ونحن احق بموسی وعیسی وسائر الانبیاء من الکفار۔

یعنی: رہا کرسمس کی عید یعنی حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کے یوم پیدائش پر خوشی کرنا جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے یوم پیدائش پر خوشی کی جاتی ہے تو ہم حضرت موسی اور حضرت عیسی اور تمام انبیاء علیھم السلام کی خوشی منانے میں کافروں سے زیادہ حق دار ہیں۔ (ھدیۃ المھدی صفحہ ۴۶ ناشر جمعیت اہلسنت لاہور)

فرقہ اہلحدیث کے بعض مُناظِر مجلس میلاد کا سختی سے رد کرتے ہیں اور اس کو بدعت کہنے میں شک وشبہ کو بھی دخل نہیں دیتے چنانچہ انکے مذھب کے مشہور ومعروف مناظِر ثناء اللہ امرتسری نے مجلس میلاد کے بارے میں فتویٰ دیا کہ:

''اس کے بدعت ہونے میں کیا شک ہے''۔

(فتاویٰ ثنائیہ جلد ا صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

ولادتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کی مجلس اس فرقہ کے نزدیک بدعت ہوئی تو کسی کی وفات کی مجلس وجلسہ بھی ان کے نزدیک بدعت ہونا چاہئے تھا اور اگر وہ جلسہ ماتمی ہو تو پھر تو اس کے بدعتی ہونے میں کسی قسم کے شک وشبہ کو دخل بھی نہیں ہونا چاہئے تھا، لیکن اس فرقہ کے نزدیک فخر دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وبارک وسلم کے ولادت کی مجلس تو بدعت ہے لیکن اپنے مولوی کی وفات کا ماتمی جلسہ بالکل جائز وثواب ہے، چنانچہ وہابی سیرت نگار محمد اسحاق بھٹی اپنے ہم مسلک مولوی محمد سلیمان منصور پوری کی موت پر اہلحدیث فرقہ کے بڑے مرکز مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ کے طلباء اور اساتذہ کے ماتمی جلسہ کا نقشہ کچھ یوں کھینچتے ہیں:

جمیع طلبائے رحمانیہ کا یہ ماتمی جلسہ مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب پٹیالوی کی وفات پر کامل درد وغم کا اظہار کرتا ہوا ان کے پسماندگان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

(تذکرہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ شیش محل لاہور)

تعصب چھوڑ، ناداں نجدیت کے آئینہ خانے میں

یہ تصویریں ہیں تیری جن کو سمجھا ہے برا تو نے

فتاوی اہلحدیث میں میلاد شریف کو بدعت ثابت کرنے کے لئے وہابی مولوی ثناء اللہ نے کئی صفحے کالے کر ڈالے، یہاں تک کہ ولادت مبارکہ کے ذکر کو بھی متنازعہ قرار دے کر بدعت کی فہرست میں داخل کرتے ہوئے لکھا کہ: واضح رہے کہ مولود متنازعہ یہ ہے ''مجلس میں قرآن خوانی، نعت خوانی، ذکرِ ولادت۔۔الخ (فتاوی ثنائیہ جلد ا صفحہ ۱۲۷ مکتبہ ثنائیہ سرگودھا)

لیکن! جب خود اپنے مولوی کے ذکرِ ولادت کا تذکرہ چھڑتا ہے تو سب کچھ جائز ہو جاتا ہے۔

ہے، جی ہاں غیر مقلدین کے زبردست مولوی محمد علی لکھوی نے برسرِ منبر، جمعہ کے خطبہ میں خود اپنے ولادت کا ذکر اس دل کش انداز میں کیا کہ تمام وہابی جذبات پر قابو نہ پا سکے اور سب نے رونا شروع کر دیا، چنانچہ وہابی سیرت نگار محمد اسحاق بھٹی نے اس بارے میں کچھ اس طرح لکھا:

مولانا محمد علی نے خطبہ جمعہ میں اپنی پیدائش کا واقعہ بیان کیا اور فرمایا: میں مرزا غلام احمد قادیانی کی بددعا کا نتیجہ ہوں، یہ الفاظ انہوں نے کچھ اس انداز سے کہے اور پورا واقعہ اس اسلوب سے ان کی زبان سے ادا ہوا کہ سامعین کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

حضرات محترم! کسی وہابی نے اپنے مولوی کو یہ نہیں کہا کہ جب ہم اپنے نبی کے ولادت کے تذکرہ کو جائز نہیں سمجھتے تو آپ کو بھی اپنے ذکرِ ولادت کی اجازت نہیں، لیکن کسی وہابی نے اپنے مولوی کو اس سے نہیں روکا، کیا اس وجہ سے کہ وہاں نبی کا معاملہ تھا اور یہاں اپنے گھر کے مولوی کا معاملہ ہے، نعوذ باللہ تعالیٰ۔

عشق کے بدلے عداوت کیجئے ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی

ہم قارئین کو دعوت انصاف دیتے ہیں کہ وہ لوگ جو میلادِ مصطفیٰ کے مقابلہ میں جنم اشٹمی، کرسمس، ماتمی جلسہ کو ترجیح دیتے ہیں کیا وہ حقیقی مسلمان کہلانے کے حق دار و مستحق ہو سکتے ہیں؟

پرنس آف ویلز جس نے جارج پنجم کے لقب سے انگلستان اور اس کے مقبوضہ ممالک پر حکومت کی، ۱۹۲۰ میں ہندوستان آیا تو مہاراجا بھوپندر سنگھ نے اس سے پٹیالہ آنے کی درخواست کی۔۔۔ حکام ریاست نے فیصلہ کیا کہ مہمانوں کی حیثیت کے مطابق نیا فرنیچر تیار کرایا جائے اور خوب صورت سائبانوں کا انتظام کیا جائے۔۔۔ یہ سارا کام قاضی صاحب کے سپرد کیا گیا۔۔۔ فرنیچر خریدنے اور شامیانے وغیرہ کے انتظام کے لئے قاضی صاحب لاہور آئے تو پتا چلا کہ لاہور میں کوئی مسلمان ان کا مطلوبہ فرنیچر بنانے والا نہیں ہے۔۔۔ قاضی صاحب گجرات تشریف

لے گئے۔۔۔قاضی صاحب نے ان کو(یعنی ایک فرنیچر والے کو) دس ہزار روپے بطور پیشگی دیئے جو اس زمانے میں بہت بڑی رقم تھی۔۔۔فرنیچر کا مرحلہ طے ہوا تو شامیانے کی طرف متوجہ ہوئے اس کے لئے ایس مبارک دین اینڈ سنز لاہور کے بانی حاجی چراغ دین سے رابطہ پیدا کیا اور انہیں آرڈر دیا کہ وہ مہمانوں کے مقام و مرتبے کے مطابق بہتر سے بہتر شامیانے مہیا کریں، چنانچہ حاجی صاحب ممدوح نے بہت ہی خوب صورت شامیانے تیار کر کے پٹیالہ بھجوائے۔

(سیرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری صفحہ ۱۲۰ مکتبہ سلفیہ شیش محل لاہور)

رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وبارک وسلم کی آمد کی خوشی میں جب مسلمان گلیوں محلوں اور گھروں کو سجاتے اور خوشی کا اظہار کرتے ہیں تو غیر مقلدین اس کو سخت ناجائز حرام وبدعت قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس کو فضول خرچی قرار دیتے ہیں لیکن جب جارج پنجم جیسا اسلام دشمن شخص ہندوستان آتا ہے تو اس کی آمد کی خوشی میں۔۔۔۔

غیر مقلدین واہلحدیث فرقہ کے نامور قاضی صاحب، جناب سلیمان منصور پوری کو صاف صاف منع کر دینا چاہئے تھا کہ اس کی آمد کی خوشی میں، مَیں کچھ نہیں کر سکتا کیوں کہ میں تو اپنے نبی کی آمد کی خوشی میں اہتمام کرنے والوں کا سخت مخالف ہوں، میں اس کافر کی آمد کی خوشی میں مشقت کیوں اٹھاؤں، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، ایک بدترین کافر جس کے ہاتھ سینکڑوں مسلمانوں کے خون سے رنگین تھے اس کی آمد کی خوشی میں قاضی صاحب نے پٹیالہ سے لاہور جانے کی سخت زحمت اٹھائی، ایک فرنگی کی بیٹھک کے لئے در، در کی ٹھوکریں کھائیں اور بالآخر اس کی شایان شان فرنیچر نہ ملنے پر گجرات کا طویل سفر اختیار کیا اور شامیانوں کے حصول کے لئے دوبارہ لاہور جا کر ایک کافر کی آمد کی خوشی منانے کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔

تعویذ اور وہابی

مولانا ابوریحان رضوی حفظہ اللہ

قسط اوّل

وہابی تعویذات کے بڑے مخالف نظر آتے ہیں، تعویذ دینے اور لینے والوں پر کفر، شرک، حرام اور بدعت کے فتوے لگا دیتے ہیں نیز جہاں ان کا بس چلتا ہے وہاں یہ ان تعویذات دینے اور پہننے والوں کو قتل تک کر دیتے ہیں البتہ جہاں تک ان لوگوں کے اپنے عمل کا تعلق ہے وہ بالکل ان کے فتوؤں کے خلاف ہے بڑے بڑے غیر مقلد وہابی پیروں اور مولویوں نے تعویذات دینے، بیچنے اور اس کے ذریعہ مال کمانے کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا ہوا ہے۔

میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اس معاملہ میں وہابیوں کے چہروں سے پردوں کو ہٹاؤں اور مسلمانوں کو بتاؤں کہ جو فرقہ تعویذ کو کفر و شرک قرار دیتا ہے وہ خود تعویذ کی فارمیسی اور تجارت کو کس سختی سے اپنائے ہوئے ہے۔

اولاً آپ تصویر کے پہلے رخ میں، وہابیوں کے وہ فتوے ملاحظہ فرمائیں گے جو انہوں نے تعویذات کے خلاف دیئے ہیں، اس کے بعد تصویر کے دوسرے رخ میں وہابی کتابوں سے نقل کیا جائے گا کہ وہابی پیر اور مولوی دن بھر تعویذ بیچنے اور پھر رات کو اسکی کمائی کھانے میں گزارتے تھے۔

''تصویر کا پہلا رخ''

غیر مقلد وہابیوں کے زبردست مولوی مسعودالدین عثمانی نے اپنی ''کتاب تعویذات اور شرک میں لکھا:

ا۔ تعویذ لٹکانا شرک ہے۔ (تعویذات اور شرک صفحہ ۳ کیماڑی کراچی)

۲۔ بعض قسم کے دم جن میں شرکیہ الفاظ نہیں تھے نبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وبارک وسلم نے ان کی رخصت دیدی مگر تعویذ یا تولہ کی بالکل اجازت نہیں دی۔ (تعویذات اور شرک صفحہ ۳ کیماڑی کراچی)

۳۔ تعویذ اور اس کی اجرت کے ناجائز ہونے سے متعلق کچھ دلائل نقل کرنے کے بعد مصنف نے لکھا کہ: آج کے فن دینداری کے ماہر اپنے کاروبار کے لئے جو مختلف عذر پیش کرتے ہیں وہ سارے کے سارے عذر ہائے لنگ کے علاوہ کچھ نہیں۔ (تعویذات اور شرک صفحہ ۴ کیماڑی کراچی)

۴۔ بلاؤں سے بچنے بیماری دور کرنے اور تکلیف ہٹانے کے لئے جو تعویذ استعمال کرے گا اللہ تعالی اس سے کچھ مطلب نہ رکھے گا۔ (تعویذات اور شرک صفحہ ۴ کیماڑی کراچی)

۵۔ سچی بات یہ ہے کہ کسی بھی قسم کے تعویذ کا جواز نہ تو نبی صلی اللہ تعالی علیہ والہ وبارک وسلم سے ہے نہ خلفائے راشدین سے اور نہ دوسرے کسی صحابی سے۔ (تعویذات اور شرک ۷ کیماڑی کراچی)

۶۔ تعویذ اور گنڈے کے ساتھ ساتھ پانی پر دم کر کے اسے پلانے کا کام بھی پورے زور وشور کے ساتھ چل رہا ہے۔۔۔ یہ سب دین داری کے بھیس میں ہوتا ہے۔۔۔ پانی پر دم کرنے کے علاوہ دوسرے دھندے بھی زوروں پر ہیں۔۔۔۔ غرض ہر طرف کفر وشرک کا طوفان امڈ آیا ہے۔
(تعویذات اور شرک صفحہ ۱۲، ۱۳ کیماڑی کراچی)

۷۔ یہ جو شفا حاصل کرنے کے لئے قرآن کو تعویذ بنا کر لٹکا لیتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیماری کی حالت میں ڈاکٹر کا نسخہ یا ڈاکٹری علاج کی پوری کتاب گلے میں لٹکا لے انہی تعویذ

اور گنڈہ کرنے والے قسم کے لوگوں کے لئے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے ''اور ان کی اکثریت اللہ کے ساتھ ایمان لانے کا اقرار کرنے کے بعد شرک بھی کرتی ہے''۔ (تعویذات اور شرک صفحہ ۸ کیماڑی کراچی)

۸۔ یہ بات بالکل سچ ہے کہ یہ پیر اور مولوی صرف یہی ستم نہیں ڈھاتے کہ فتوے بیچتے اور نذرانے وصول کرتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنی اغراض کی خاطر ساری دنیا کو گمراہیوں کے چکر میں پھنسا رکھا ہے۔ (تعویذات اور شرک صفحہ ۲ کیماڑی کراچی)

شمیم احمد خلیل سلفی وہابی نے لکھا:

۹۔ ''تعویذ گنڈے کوڑی وگھونگے لٹکانا حرام ہے''۔ (تعویذ وگنڈے کی حقیقت صفحہ ۱۰ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

۱۰۔ ''قرآنی آیات پر مشتمل تعویذ لٹکانے کی صورت میں قرآن کی توہین وتحقیر ہوتی ہے''۔ (تعویذ وگنڈے کی حقیقت صفحہ ۱ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

۱۱۔ ان شرکیہ امور میں تعویذ گنڈے۔۔۔ کے چکر میں آنا ہے۔ (تعویذ وگنڈے کی حقیقت صفحہ ۸ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

۱۲۔ یہ تعویذ وگنڈہ دینے والے اکثر لوگوں کو غیر اللہ کے نام نذر ونیاز کی تلقین کرتے ہیں،۔۔ اس طرح شرک کی تلقین کرتے ہیں اور لوگ ان کے چکر میں آکر شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (تعویذ وگنڈے کی حقیقت صفحہ ۱۹ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

۱۳۔ کیا قرآن کے نام پر اس طرح کا تعویذ لکھنا اور دینا، دینی فراڈ نہیں؟ کیا اسطرح کے تعویذوں کو جائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ کیا یہ شرک وکفر اور جادو نہیں؟ افسوس آج کس طرح لوگوں کے عقیدوں سے کھیلا جاتا ہے۔ (تعویذ وگنڈے کی حقیقت صفحہ ۲۲ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

۱۴۔ ذخیرہ حدیث میں کہیں بھی تعویذ کا کوئی نقشہ آپ کو نظر نہیں آئے گا۔ (تعویذ وگنڈے کی حقیقت

صفحہ۲۲مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

۱۵۔اس (تعویذ) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنھم اجمعین کی مخالفت لازم آتی ہے۔(تعویذ و گنڈے کی حقیقت صفحہ۲۳مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

۱۶۔اگر تعویذ قرآنی آیات اور دعائے ماثورہ پر ہی کیوں نہ مشتمل ہو پھر بھی جائز نہیں۔(تعویذ و گنڈے کی حقیقت صفحہ۲۳مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

۱۷۔تعویذ لکھنے والے اور لٹکانے والے دونوں ہی دانستہ یا نادانستہ طور سے کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔(تعویذ و گنڈے کی حقیقت صفحہ۲۴مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

۱۸۔یہ (قرآنی اور غیر قرآنی تعویذات) اعمال ہیں ان کو لٹکانے والا شرک کا ارتکاب کرتا ہے۔ (تعویذ و گنڈے کی حقیقت صفحہ۲۵مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

۱۹۔تعویذ و گنڈہ وغیرہ کے ذریعہ انسان شرک جیسے ظلم عظیم کا ارتکاب کرتا ہے اور عقائدی انحراف کا شکار ہو جاتا ہے۔(تعویذ و گنڈے کی حقیقت صفحہ۲۶مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

۲۰۔(تعویذ گنڈے کے عادی) ہر بیماری کو جن کا اثر اور جادو تصور کرنے لگتے ہیں اور پھر اس کے خاطر ہر طرح کا شرک و کفر اِن کے لئے روا ہو جاتا ہے اور اس طرح ایمان و توحید سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔(تعویذ و گنڈے کی حقیقت صفحہ۲۶،۲۷مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

۲۱۔"اس کے ذریعہ شعبدہ باز اور مکار مُلا لوگوں کے مال و عقیدہ پر ہاتھ صاف کرتے ہیں"۔

(تعویذ و گنڈے کی حقیقت صفحہ ۲۷ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

سعودی مُلّا عبد العزیز بن باز کہتا ہے:

۲۲۔ رہا دم جھاڑ یا تعویذ کو مریضوں اور بچوں کے گلے میں لٹکانا تو یہ جائز نہیں۔۔۔۔ یہ حرام اور شرک کی اقسام میں سے ایک قسم ہے"۔ (تعویذ و گنڈے کی حقیقت صفحہ ۴۸ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

وہابیوں کے شیخ العرب والعجم بدیع الدین راشدی نے لکھا:

۲۳۔ "مطلق تعویذ قرآنی یا غیر قرآنی سب ناجائز و ممنوع اور شرکیہ فعل ہیں"۔ (تعویذ و گنڈے کی حقیقت صفحہ ۵۴ مطبوعہ مکتبۃ السنۃ الدار السّلفیہ لنشر التراث الاسلامی سفید مسجد سولجر بازار کراچی)

خواجہ محمد قاسم وہابی نے لکھا کہ:

۲۴۔ تعویذ کا لٹکانا زمانہ جہالت کی یادگار ہے۔ (تعویذ اور دم کتاب و سنت کی روشنی میں صفحہ ۲ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

۲۵۔ تعویذ فی نفسہ شرک ہے خواہ اس میں شرکیہ الفاظ پائے جائیں یا نہ پائے جائیں۔ (تعویذ اور دم کتاب و سنت کی روشنی میں صفحہ ۳ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

۲۶۔ ہر قسم کے تعویذ منع ہیں۔ (تعویذ اور دم کتاب و سنت کی روشنی میں صفحہ ۵ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

۲۷۔ افسوس کہ تعویذ بنانے والوں کے نزدیک قرآنی آیات کی اتنی ہی قدر ہے جتنی کہ کسی حکیم کی پڑیا کی ہوتی ہے۔ (تعویذ اور دم کتاب و سنت کی روشنی میں صفحہ ۱۲ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

۲۸۔ تعویذ میں ایک بڑی قباحت یہ ہے کہ اس سے رفع حاجت وغیرہ کے وقت اللہ کے کلام کی توہین ہوتی ہے۔ (تعویذ اور دم کتاب و سنت کی روشنی میں صفحہ ۱۳ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

۲۹۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو شک کا موقع دینا مناسب نہ سمجھا تو یہ تعویذ کرنے

والے کس کھیت کی مولی ہیں۔(تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۱۵ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جا کھ گوجرانوالہ)

۳۰۔کیا نبی علیہ السلام تعویذ کا شغل فرمایا کرتے تھے کبھی اپنے دست مبارک سے لکھا ہو یا اپنے کاتبان وحی سے لکھوایا ہو کیا یہ اس کے بدعت ہونے کا کافی ثبوت نہیں ہے۔(تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۱۷ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جا کھ گوجرانوالہ)

۳۱۔تعویذ دھاگے والوں نے معاشرہ میں بہت اودھم مچا رکھا ہے۔(تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۱۹ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جا کھ گوجرانوالہ)

۳۲۔لعنت ہے ان لوگوں پر جو اس قسم کا بھیانک کاروبار کرتے ہیں جو ایک کی مراد پورری کرنے کے لئے دوسروں کو بے مراد کردیتے ہیں۔(تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۱۹ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جا کھ گوجرانوالہ)

۳۳۔ہمارا تو یہ تجربہ ہے جو لوگ بڑے موحد بنتے ہیں اور شرک کے نزدیک نہیں جانا چاہتے جب تعویذ کی منڈی میں قدم رکھ دیتے ہیں تو نیک وبد کی پہچان انہیں بھی نہیں رہتی توحید وشرک کا امتیاز ختم ہو جاتا ہے یعنی وہ لوگ جو ایسے تعویذوں کے قائل نہیں جو ظاہر میں بھی شرک ہوں سچ مچ کے شرکیہ تعویذوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔(تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۲۰ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جا کھ گوجرانوالہ)

۳۴۔آنحضرت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے دم اور تعویذ دونوں کو شرک قرار دیا۔(تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۲۵ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جا کھ گوجرانوالہ)

۳۵۔گستاخی معاف میں تو سوچتا ہوں اگر دم تعویذ کا پیشہ اتنا ہی نفیس عمدہ اور باعزت ہوتا تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہ شروع فرمالیتے انہیں کون سے مربعے ورثہ میں ملے ہوئے تھے۔
(تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۲۹ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جا کھ گوجرانوالہ)

۳۶۔تعویذ بہت مختلف چیز ہے یہ تو جادوگروں کی طرح ایک جادوئی عمل ہے۔(تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۲۵ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

۳۷۔نبی کریم صلی اللہ وسلم یا کسی صحابی سے ثابت نہیں کہ انہوں نے کبھی کسی مسلمان بھائی سے تعویذ یا دم کی اجرت کا مطالبہ کیا ہو۔(تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۳۱ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

۳۸۔یہ پیشہ نہایت ذلیل حقیر اور واہیات ہے۔(تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۳۳ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

۳۹۔تعویذ کے جواز پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہیں۔۔۔۔اسے بدعت کہنا بے جانہ ہوگا۔(تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۴۰ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

"تصویر کا دوسرا رخ"

اتنا نہ بڑھا پاکئی داماں کی کہانی   دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

اب غیر مقلد وہابیوں کی کتابوں سے وہ حوالا جات پیش کیئے جارہے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ تعویذ گیری میں زبردست انہماک رکھتے ہیں:

وہابیوں کا تعویذات کی کمائی سے ساری رات آم کھانا:

"مولوی معین الدین وہابی" کو غیر مقلدین کا زبردست مولوی سمجھا جاتا تھا، مولوی اسحاق وہابی نے معین الدین کے بارے میں لکھا کہ:

"ایک دن معین الدین سے ملنے کو جی چاہا تو میں لاہور سے اوکاڑہ پہنچ گیا، وہ تعویذ لکھ رہے تھے اور اردگرد ہجوم عاشقاں تھا، وہ حسب معمول بہت اچھی طرح ملے اور خوب کھلایا پلایا، چند باتیں بھی کیں، لیکن مصروفیت "تعویذات" ہی میں رہی کچھ دیر کے بعد میں نے کہا "اب

بس کرو بہت کمالیا ہے میرے ساتھ بھی کوئی بات کرو، میں نے واپس لاہور جانا ہے، حضرت آہستہ سے بولے، خاموشی سے بیٹھے رہو، تم آج رات میرے پاس رہو گے، اس آمدنی سے رات کو تمہیں پیٹ بھر کر آم کھلاؤں گا اور صبح جاتے وقت لاہور کا کرایہ بھی دوں گا، چنانچہ میں آموں کے لالچ میں خاموش ہو گیا، رات بیس سیر بہترین آم منگوائے جو ہم نے خوب کھائے میرا خیال ہے ہم ساری رات ہی کھاتے رہے"۔ (بزم ارجمنداں صفحہ ۵۶۰ مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

قارئین کرام دیکھا آپ نے!

وہابی تعویذ بیچ بھی رہے ہیں اور اس کی کمائی سے ساری رات آم بھی کھا رہے ہیں، کیا اس وقت ان کو اپنے کفر اور شرک کے وہ سارے فتوے یاد نہیں ہوں گے جو انہوں نے عام مسلمانوں پر تعویذات کی وجہ سے لگائے ہیں؟

نیز خواجہ محمد قاسم وہابی نے لکھا:

"مولوی بگڑ جائے تو چندہ خوری کرتا ہے تعویذ بیچتا ہے اور بدعت نوازی کرتا ہے، إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ۔ بہت سے علماء اور درویش باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے ہیں۔ (تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۴۳ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھر جاکھ گوجرانوالہ)

اب ہم وہابیوں سے پوچھتے ہیں کہ ایک طرف تو تم لوگ یہ کہتے ہو کہ مولوی بگڑ جائے تو وہ تعویذ بیچتا ہے اور دوسری طرف خود تعویذات بیچنے کا کاروبار لگا رکھا ہے، کیا اپنے ہی فتوے کی رو سے تم بگڑے ہوئے نہیں ہو اور بدعت نوازی میں گرفتار نہیں ہو؟

وہابیوں کا فتووں اور تعویذوں پر اجرت لینا اور اپنے مصرف میں بھی ان کو خرچ کرنا:

۱۔ وہابی مولوی محمد صدیق نے اپنے ہم مسلک مولوی اور استاد حافظ عبداللہ روپڑی کے

بارے میں لکھا:

''حضرت کی جو فتوے اور تعویذ کے سلسلے میں لوگ خدمت کرتے وہ بہت کم اپنے مصرف میں لاتے، اس کا بیشتر حصہ نیک جگہوں پر صرف کرتے''۔ (بزم ارجمنداں صفحہ ۲۷۷ مصنف محمد اسحاق وہابی مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور)

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ وہابی مولوی تعویذات کے ساتھ ساتھ فتووں کی بھی اجرت لیتا تھا اور اس کا کچھ حصہ اپنے ذاتی کاموں میں بھی خرچ کرتا تھا اب ایک اور غیر مقلد وہابی مولوی کی عبارت پڑھئے چنانچہ

وہابی مولوی مسعود الدین عثمانی نے لکھا:

''کہا جاتا ہے کہ یہ سارے کام (یعنی تعویذ گنڈے جھاڑ پھونک پر اجرت لینا) ہم امت کی خیر خواہی کے جذبہ سے بے قابو ہو کر کر رہے ہیں ورنہ ہمارا ذاتی فائدہ کوئی نہیں! لیکن حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے صرف کمائی مقصود ہے اور بس''۔ (تعویذات اور شرک صفحہ ۱۳ کیماڑی کراچی)

قارئین کرام! وہابیوں کی ان دونوں عبارات سے آپ ضرور یہ نتیجہ نکالیں گے کہ وہابیوں نے تعویذات کو کمائی کا مقصد بنالیا ہے، البتہ انکی طرف سے دیگر مسلمانوں پر تعویذات کی وجہ سے اب تک کفر و شرک کے فتوے لگ رہے ہیں۔

وہابیوں کے پیر اور تعویذوں کے نذرانے:

وہابی مولوی اسحاق بھٹی نے اپنے ایک ہم مسلک مولوی عبداللہ لائل پوری کے متعلق لکھا:

''مولانا عبداللہ لائل پوری تعویذ بھی لکھتے تھے اور دم جھاڑا کرتے تھے لوگوں کو ان پر

یقین تھا ان کے دم دعا اور تعویذ گنڈے میں اللہ نے شفا رکھی تھی، اگر کوئی شخص کچھ دے دیتا تو لے لیتے نہ دیتا تو نہ سہی"۔ (کاروان سلف صفحہ 263 مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

قارئین کرام! مذکورہ بالا عبارت پڑھ کے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہابی ایک طرف تو تعویذ کو شرک کہتے ہیں اور دوسری طرف تعویذ گنڈے کر کے اس سے کمائی بھی کرتے ہیں، نیز کوئی ان کو تعویذ کا نذرانہ دے دے تو لے لیتے ہیں اور اگر کوئی نہ دے تو نہیں لیتے اس بارے میں خواجہ محمد قاسم وہابی نے کیا کہا آیئے پڑھئے:

"بعض دم یا تعویذ دھاگا کرنے والے بظاہر بڑی بے نفسی کا مظاہرہ کرتے ہیں ان کے بارے میں عام طور پر یہ مشہور ہوتا ہے کہ وہ حضرت صاحب ذرا لالچی نہیں ہیں کوئی دے دے تو لے لیتے ہیں ورنہ مانگتے نہیں، بے چارے بہت اللہ والے لوگ ہیں، حالانکہ ایک دفعہ کوئی مٹھی گرم کیے بغیر چلا جائے تو اگلی بار اس سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے"۔ (تعویذ اور دم کتاب وسنت کی روشنی میں صفحہ ۳۱، ۳۲ مطبوعہ ادارہ احیاء السنہ گھرجاکھ گوجرانوالہ)

قارئین کرام! وہابیوں کی دونوں عبارات کو پڑھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی شخص وہابی پیروں اور مولویوں سے تعویذ لینے کے بعد مٹھی گرم کیے بغیر چلا جائے تو اگلی بار یہ لوگ اس سے سیدھے منہ بات نہیں کرتے۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ**

(جاری ہے)

قربانی صرف تین دن ہے

وہابی مولوی کا فتویٰ

غیر مقلد مولوی زبیر علی زئی قربانی کے ایام کے بارے میں سوال کے جواب میں لکھتا ہے:

ایام تشریق میں ذبح والی روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے لہذا اسے صحیح یا حسن قرار دینا غلط ہے۔۔۔۔۔۔ نبی کریم ﷺ نے ابتدا میں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت رکھنے سے منع فرمایا تھا، بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ یہ ممانعت اس کی دلیل ہے کہ قربانی تین دن ہے والا قول ہی راجح ہے۔ اس ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی ﷺ سے صراحتاً اس باب میں کچھ بھی ثابت نہیں ہے اور آثار میں اختلاف ہے لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جمہور صحابہ کرام کا یہی قول ہے کہ قربانی کے تین دن (عید الاضحیٰ اور دو دن بعد) ہیں، ہماری تحقیق میں یہی راجح ہے اور امام مالک وغیرہ نے بھی اسے ہی ترجیح دی ہے۔

(فتاوی علمیہ المعروف توضیح الاحکام، ج ۲، ص ۱۷۹، ۱۸۱، مکتبہ اسلامیہ)

تبصرہ: غیر مقلدین کو چاہئے کہ ضعیف روایات پر عمل کرنے کے بجائے صحیح احادیث کو معمول بہا بناتے ہوئے قربانی تین دن کریں۔ نیز احناف کو ضعیف احادیث پر عمل کا طعنہ دینے والوں کو اپنے گھر کی بھی خبر لینی چاہئے۔ اسی لئے کہتے ہیں **"آسمان پر تھوکا منہ پر آتا ہے"**

اہلسنّت کا پیغام مسلمانوں کے نام

من نعرۂ اللہ اکبر می زنم
دم ز بوبکر و عمر عثمان و حیدر می زنم
قادریم نعرۂ یا غوث اعظم می زنم
دم ز شیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم

اے مسلمانوں! اٹھو دیں کی حفاظت کے لئے — کوششیں دل سے کرو مذہب و ملت کے لیے
کوشش کفار ہے دیں کی اہانت کیلئے — غوث اعظم کو پکارو تم اعانت کے لیے

من نعرۂ اللہ اکبر می زنم
دم ز بوبکر و عمر عثمان و حیدر می زنم
قادریم نعرۂ یا غوث اعظم می زنم
دم ز شیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم

مصطفٰے کی بھولی بھیڑو! بھیڑیوں سے تم بچو — جو کرے توہین اللہ و نبی کی دوستو!
اپنے ایماں کی حفاظت ان کے ملّوں سے کرو — غوث اعظم ہیں مدد پر ان کا دامن تھام لو

سنیم من نعرۂ اللہ اکبر می زنم
دم ز بوبکر و عمر عثمان و حیدر می زنم
قادریم نعرۂ یا غوث اعظم می زنم
دم ز شیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم

فرض ہے پہلے عقائد کی درستی مومنو! — پھر کرو کوشش نمازوں کے لئے تم مومنو!
مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ثابت قدم گر تم رہو — انتم الاعلون قول حق ہے غالب تم رہو

سنیم من نعرۂ اللہ اکبر می زنم
دم ز بوبکر و عمر عثمان و حیدر می زنم
قادریم نعرۂ یا غوث اعظم می زنم
دم ز شیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم

اے عبیدؔ قادری محشر میں مجھکو خوف کیا — جب شفاعت کرنے والے ہیں حبیب کبریاء
دو جہاں میں سر پہ سایہ ہے جناب غوث کا — نزع و محشر میں حفاظت کرنے والے ہیں رضا

سنیم من نعرۂ اللہ اکبر می زنم
دم ز بوبکر و عمر عثمان و حیدر می زنم
قادریم نعرۂ یا غوث اعظم می زنم
دم ز شیخ احمد رضا خاں قطب عالم می زنم

کلام: امام المناظرین مفتی حشمت علی خان لکھنوی رحمہ اللہ

منجانب **پاسبانِ اہل سنت و جماعت (پاکستان)**